خواب سراب
مبارک صدیقی

خِزاں کی رُت میں گلاب لہجہ بنا کے رکھنا، کمال یہ ہے
ہوا کی زد پہ دیا جلانا، جلا کے رکھنا، کمال یہ ہے

ذرا سی لغزش پہ توڑ دیتے ہیں سب تعلق زمانے والے
سو ایسے ویسوں سے بھی تعلق بنا کے رکھنا، کمال یہ ہے

کسی کو دینا یہ مشورہ کہ وہ دُکھ بچھڑنے کا بھول جائے
اور ایسے لمحے میں اپنے آنسو چھپا کے رکھنا، کمال یہ ہے

خیال اپنا، مزاج اپنا، پسند اپنی، کمال کیا ہے؟
جو یار چاہے وہ حال اپنا بنا کے رکھنا، کمال یہ ہے

کسی کی رہ سے خدا کی خاطر، اُٹھا کے کانٹے، ہٹا کے پتھر
پھر اس کے آگے نگاہ اپنی جھکا کے رکھنا، کمال یہ ہے

وہ جس کو دیکھے تو دُکھ کا لشکر بھی لڑکھڑائے، شکست کھائے
لبوں پہ اپنے وہ مسکراہٹ سجا کے رکھنا، کمال یہ ہے

ہزار طاقت ہو، سو دلیلیں ہوں، پھر بھی لہجے میں عاجزی سے
ادب کی لذت، دُعا کی خوشبو، بسا کے رکھنا کمال یہ ہے

خواب سراب

مجموعۂ کلام

مبارک صدیقی

نام کتاب : خواب سراب (شعری مجموعہ)

شاعر : مبارک صدیقی (لندن)

mubariksiddiqi@hotmail.com

سن اشاعت اوّل : جنوری 2001ء

سن اشاعت دوم : دسمبر 2015ء

سن اشاعت سوم : نومبر 2018ء

کتاب خریدنے کیلئے رابطہ فرمائیں:

Krishan Enterprises - INDIA
khursheedkhadim2@gmail.com
Ph. +91-9815617814

انتساب

ہر اُس شخص کے نام...

جس کے ہونے سے لوگ

راحت اور امن محسوس کرتے ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست کلام

OO

○

دُنیا کی دِل دُکھانے کی عادت نہیں گئی
اپنی بھی مسکرانے کی عادت نہیں گئی

”مبارک صدیقی کی شاعری کا چراغ
وہاں جلتا ہے جہاں میرے جیسے
کئی شاعروں کے دیے ٹمٹمانے لگتے ہیں۔“

(پروفیسر عبدالکریم خالد)

مبارک صدیقی بلاشبہ صندل کا وہ درخت ہے
جو کلہاڑے کا منہ بھی خوشبو سے بھر دیتا ہے۔

(طاہر عدیم صاحب)

مبارک صدیقی صرف شاعر ہی نہیں
بلکہ مجسم مشاعرہ ہے۔

(چوہدری محمد علی مضطر)

خواب سراب

خواب سراب میری شاعری کا مجموعہ آپکے خوبصورت ہاتھوں میں ہے۔ میرے لئے یہ بھی اعزاز کی بات ہے۔ میں اپنے اُن پیاروں کا، اساتذہ کرام کا دل کی گہرائیوں سے شکر گزار ہوں جنہوں نے ہمیشہ نہایت محبت و شفقت اور درگزر کا سلوک کرتے ہوئے میری شاعری سے متعلق اپنے تاثرات سے نوازا۔ اللہ تعالی انہیں اس عمل کی بہترین جزا دے۔ آمین۔ خدا کرے کہ ان اساتذہ کرام نے جن خوبیوں کی توقع مجھ سے کی ہے وہ خوبیاں مجھ میں پیدا ہو جائیں۔ میں اپنے بہت پیارے دوستوں عزیزوں کا بھی شکر گزار ہوں جو قدم قدم پہ نہ صرف میری حوصلہ افزائی کرتے ہیں بلکہ ایک اچھا دوست ہونے کا حق ادا کرتے ہوئے احسن رنگ میں تعریف اور تنقید بھی کرتے ہیں۔ اللہ تعالی اُن سب کو، آپ سب کو دین و دنیا کی خوشیوں سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

مجھے بخوبی علم ہے کہ ہر تخلیقی شعبہ کی طرح شعر و ادب میں بھی سیکھنے کا عمل ہمیشہ جاری رہتا ہے۔ قارئین کرام سے بھی دعا کی عاجزانہ درخواست کرتے ہوئے میں کہوں گا کہ اگر ساری کتاب میں سے ایک شعر بھی آپکے دل کو لگے تو میں سمجھوں گا کہ مجھے میری ٹوٹی پھوٹی کاوشوں کا صلہ مل گیا ہے۔

15 نومبر 2018ء — مبارک صدیقی

لندن

گلابوں اور چراغوں کا شاعر

○ بسا اوقات ہم اپنی قلت فہمی کی وجہ سے شعر کو صرف تسکین کا ایک ذریعہ ہی خیال کر لیتے ہیں جبکہ درحقیقت شعر اور شعور کا باہم گہرا تعلق ہے۔ایک اچھا شعر ہمیں فہم وادراک کی ایسی راہوں پر لے جاتا ہے جہاں تک پہنچنا بسا اوقات مشکل ہی نہیں ناممکن ہوا کرتا ہے۔شاعری محض الفاظ کو سلیقے اور طریقے سے برتنے کا نام ہی نہیں ہے بلکہ یہ ہمارے روزمرہ روّیوں، معاملات اور واقعات کی عکاس ہوا کرتی ہے۔

مصور کائنات کی بنائی ہوئی یہ دنیا بہت وسیع ہے اور اس میں پھیلے منظر اور رنگ بھی بے انتہا ہیں۔شاید ہی کسی عکاس کیلئے یہ ممکن ہو کہ وہ ان تمام خوبصورت مناظر کی تصویر کشی کا حق ادا کر سکے۔پھر بھی کچھ اہل قلم ایسے ضرور ہوتے ہیں جنہیں قدرت کی طرف سے یہ سلیقہ عطا ہو جاتا ہے کہ وہ ممکنہ حد تک قاری کو اس انتہا تک لے جاتے ہیں جہاں تک اس کا شعور اُسے اجازت دیتا ہے۔وہ انسانی روّیوں کی چادر کے سب تانے بانے کھول کر سمجھا بھی دیتے ہیں اور انہیں بہتر بنانے کا ہنر بھی بتا دیتے ہیں۔ جیسا کہ ظلم کو مٹانے کیلئے صبر کی طاقت کا اظہار کرتے ہوئے مبارک صدیقی کہتے ہیں:

ہم نہیں وہ لوگ جو پتھر اُٹھا کر مار دیں
ہم ہیں وہ جو رات کو سورج دکھا کر مار دیں

یااس مضمون کوایک اور رنگ میں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اُس سے کہنا جیتنا ہے تو پیار سے مجھ سے جیت
تو نے خنجر پکڑا تو میں ہارنے والا نئیں

میں ہوں عشق قبیلے سے اور دُکھ میری میراث
مر سکتا ہوں، عشق مِرا یہ مرنے والا نئیں

مبارک صدیقی کا اسلوب اور انداز گو سادہ معلوم ہوتا ہے اور ایک عام پڑھنے والا بھی اپنی ذہنی سطح کے مطابق اس سے مطلب اخذ کر کے آگے بڑھ جاتا ہے لیکن ایک نقاد کیلئے ان کے اشعار بہت سی پرتیں کھولتے چلے جاتے ہیں۔ایک کے بعد ایک نئی تہہ کھلتی جاتی ہے اور نئے معانی اور استعارے سمجھ میں آتے چلے جاتے ہیں۔جیسا کہ یہ شعر ملاحظہ ہو:

لوگ سب مِل کے اگر دیپ جلانے لگ جائیں
اے سیاہ رات ترے ہوش ٹھکانے لگ جائیں

قارئین کرام !الفاظ کو اعجاز میں بدلنا آسان نہیں ! لیکن لفظوں سے معجز نمائی کرنے والے مبارک صدیقی ایسا کر گزرتے ہیں۔لفظ مسیحا ہیں تو مبارک صدیقی اس مسیحائی میں کمال رکھتے ہیں۔شعر اگر زندگی کا فہم وادراک ہے تو مبارک صدیقی اس ادراک کی راہوں میں مشاق ہیں۔لفظوں کو زندگی دیتا اور احساسات کو قوتِ بیان عطا کرتا ان کا کلام اور اِن کا ہُنر نہ صرف الفاظ کو حیات بخشتا ہے بلکہ اپنے سُننے اور پڑھنے والوں کو بھی زندگی کے نئے ذائقے چکھاتا ہے۔

ان کے اشعار بلاشبہ مسیحائی کا سا اثر رکھتے ہیں۔ پڑھنے والا ان کے اشعار کے آئینے میں اپنے وجود کی، اپنے افکار کی اور اپنے جنون کی تلاش کر سکتا ہے۔ دیدۂ بینا لئے ہوئے مبارک صدیقی باریکی سے چیزوں کے حُسن کی تلاش اور کھوج میں لگا رہتا ہے اور اکثر ایسے پہلو کھوجنے میں کامیاب رہتا ہے جو عام آدمی کی نظر سے اوجھل رہ جاتے ہیں۔ ان کا یہ شعر انہی پر صادق آتا ہے کہ:

کچھ ایسے لوگ بھی دنیا میں پائے جاتے ہیں
جہاں بھی جائیں دیئے ہی جلائے جاتے ہیں

مختصر یہ کہ کچھ شاعر شعر کہتے ہیں اور کچھ کرامت دکھاتے ہیں۔ مبارک صدیقی بلاشبہ اُردو شاعری کے میدان میں ایک ایسا ہی نام ہے جو کرامت دکھاتا ہے۔ لیکن طبیعت میں انکساری ایسی کہ دل سے دعا نکلتی ہے۔ شعر ملاحظہ ہو:

ہر ایک عزت و رفعت ہے خاکساری میں
سو چاند چُھو کے بھی مٹی سے رابطے میں رہو

مبارک صدیقی کا تھوڑا سا کلام پڑھنے یا سننے والا بھی یہ خوشگوار تاثر لئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ان کی باغ و بہار شخصیت کی طرح ان کے کلام میں بھی جا بجا روشنی، گلاب اور خوشبو بکھری ہوئی ہے۔ اس حوالے سے انہیں چراغوں، گلابوں اور خوشبوؤں کا شاعر کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ یہ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

دس بیس میں مِل جاتی ہے بازار سے خوشبو
بہتر ہے مگر آئے جو کردار سے خوشبو

گلاب ایسے بھی دِل کے لہو سے بو جاؤ
کہ مر بھی جاؤ تو خوشبو کے تذکرے میں رہو

وہ مِلے اگر تو اسے کہوں اے گلاب شخص
کوئی تجھ سا کیا ،تری خاکِ پا نہیں ہوسکا

مبارک صدیقی کی شاعری کو پڑھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت سادگی سے ایک مضمون بیان کر کے آگے نکل جاتے ہیں اور جب پڑھنے یا سننے والا مضمون میں غوطہ لگا کر باہر نکلتا ہے، وہ ایک نئی منزل پر مسکراتے چہرے کے ساتھ ان کے منتظر ہوتے ہیں۔وہ خود لکھتے ہیں:

خزاں کی رُت میں گلاب لہجہ بنا کے رکھنا کمال یہ ہے
ہوا کی زد پہ دِیا جلانا، جلا کے رکھنا کمال یہ ہے

مسکراتے چہرے اور گلاب لہجہ کے حامِل اس شاعر کو اللہ تعالیٰ نے میدانِ شعر میں کمال بنایا ہے اور مبارک صدیقی نے اس کمال کو جس محبت اور خُوش اُسلوبی سے استعمال کیا ہے،اس کی جھلک آپ کو اس کتاب کے ہر صفحے پر نظر آئے گی۔

(ڈاکٹر وسیم احمد طاہر، جرمنی)

O

علم را بر تن زنی مارے بُوَد
علم را بر دل زنی یارے بُوَد

○ مولانا روم کہتے ہیں کہ علم کو اگر بدن پر لگایا جائے یعنی اس سے دنیا طلبی کا کام لیا جائے تو یہ ایک سانپ بن جاتا ہے لیکن اگر علم کو دل سے جوڑا جائے یعنی اس سے دلوں کی اصلاح کا کام لیا جائے تو یہ یار بن جاتا ہے۔ مبارک صدیقی نے علم کو نہ صرف دل سے جوڑا ہے بلکہ اس علم سے ٹوٹے ہوئے زخمی دلوں پر اکسیر دوا کا کام بھی لیا ہے۔ اس کی شاعری میں جہاں نئ زمینوں پر نئ فصلیں لہلہاتی نظر آتی ہیں وہاں پرانی اور بنجر زمینیں بھی نت نئے پھولوں سے مرصع و مزین دکھائی دیتی ہیں۔ وہ ایک ایسا ساحر ہے جو رنج و الم کے گہرے مناظر کو چٹکی بجاتے ہی سفید کبوتروں اور اُجاڑ، ویران آنکھوں کو پلک جھپکنے میں ہزار ہا رنگین تتلیوں سے بھر دیتا ہے۔ یاس کی تاریک راہوں میں اس کی شاعری جگہ جگہ جگنو چھوڑتی نظر آتی ہے۔ دلوں کے بے رنگ آسمان پر قوسِ قزح کے تھان بچھا دینے والا یہ شاعر صدیوں کے سمندر لمحوں میں پار کروانے کا ہُنر بخوبی جانتا ہے۔

مبارک صدیقی بلا شبہ صندل کا وہ درخت ہے جو کلہاڑے کا منہ بھی خوشبو سے بھر دیتا ہے۔ شاعری کے اس سفر میں میری سرسبز و شاداب دعائیں ہمیشہ اس کے ساتھ رہیں گی۔

(طاہر عدیم صاحب)

○

○ مبارک صدیقی کی شاعری مزاحیہ ہو یا سنجیدہ دونوں میں حُسن وکمال اور نیکی کا پیغام پایا جاتا ہے۔

(ضیاء اللہ مبشر)

○ مبارک صدیقی نام ہے اُس شاعر کا جو اپنی دل آویز شاعری کے گلابوں سے خزاں موسم میں گُلرنگ بہاروں کی نوید دیتا ہے۔

(ڈاکٹر سر افتخار ایاز، برطانیہ)

○ خیالات کی فراوانی، اظہار بیان کی روانی، اور معنویت کی تابانی کا نام ہے مبارک صدیقی کی شاعری۔

(امام عطاء المجیب راشد)

○ مبارک صدیقی ایسا ہنستا مسکراتا شاعر ہے جو اپنے اشعار سے لوگوں کے لبوں پہ مسکراہٹ بکھیرتا ہے اور اُداس دلوں میں خوشیوں کے چراغ روشن کرتا چلا جاتا ہے۔

(لئیق عابد)

ایں سعادت..

○ اچھا شاعر ہونا بہت اچھی بات ہے لیکن اچھا شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ اچھا انسان ہونا سونے پر سہاگہ ہونے کے مصداق ہے۔میرے دوست مبارک صدیقی میں یہ دونوں خوبیاں ودیعت ایزدی ہیں۔ایں سعادت بزورِ بازو نیست۔

مبارک صدیقی کی شاعری، اِس شاداں شخصیت کی شگفتہ مزاجی کی آئینہ دار ہے، اس کے پُر تبسم اندازِ تکلم اور شاعری میں ذرا بھر بھی افتراق نہیں۔ مبارک صدیقی کی شاعری میں اس کا چہرہ بھی نظر آتا ہے اور دل بھی! اور دل کی دھڑکنیں بھی ہمہ وقت سنائی دیتی ہیں۔سن دو ہزار آٹھ کی بات ہے غالباً ہالینڈ میں یا ناروے کے ایک مشاعرے میں جہاں ہم بھی موجود تھے،مبارک صدیقی کے ان اشعار نے حاضرین کے دل جیت لئے تھے۔وہ اشعار کچھ یوں تھے:

دنیا کی دل دُکھانے کی عادت نہیں گئی
اپنی بھی مسکرانے کی عادت نہیں گئی
دامن جلا، یہ دل جلا، یہ اُنگلیاں جلیں
اپنی دیے جلانے کی عادت نہیں گئی
کچھ وہ غنیمِ جان بھی ہے مستقل مزاج
کچھ میری جاں سے جانے کی عادت نہیں گئی

بڑی عاجزی، سادگی اور آسانی سے شعر میں خوبصورت پیغام دے جانا مبارک صدیقی کی شاعری کا خاصہ ہے۔

(حنیف تمنا)

○ مجھے یہ اعزاز حاصل ہے کہ میں نے مبارک صدیقی صاحب کا صرف شاعر سے اچھا شاعر بننے کے ارتقائی سفر کا مشاہدہ کیا ہے۔ جب شاعر تھے تو فرد کے جذبات کو زبان دیتے تھے۔ اچھے شاعر تب بنے جب معاشرہ کے وسیع تر محسوسات کو الفاظ میں ڈھالنے لگے۔ لطف یہ ہے کہ ارتقا کا یہ سفر ہمیشہ جاری رہے۔

(آصف محمود باسط)

○ مبارک صدیقی مزاح سے سنجیدگی تک اور شاعری سے شخصیت تک، ہر زاویئے اور ہر پہلو سے ممتاز اور منفرد نظر آتے ہیں۔

(ڈاکٹر نکہت افتخار)

○ شاعر ہونا، ٹھیک ہے لیکن جب کوئی مبارک صدیقی جیسا شاعر ہو تو اسے خوبصورت اور بھرپور شاعر کہا جاتا ہے۔ ایک ایسا شاعر جسے پڑھنا بھی اور سننا بھی اعزاز ہوتا ہے۔ شاعرانہ گداز جب معاشرتی رویوں کے ردعمل سے پیدا ہونے والے احساس کے تخلیقی قرینے سے مل کر شعر میں ڈھل جائے تو یہ کسی شعری معجزے سے کم نہیں ہوتا اور یہی شعری معجزہ مبارک صدیقی کا بنیادی وصف ہے۔ نہایت سلاست اور بے ساختگی سے بہت بڑی بات کہہ کر اتنی ہی فطری بے نیازی سے آگے بڑھ جانا ان کی ذات اور شاعری دونوں ہی میں پورے توازن کیساتھ نظر آتے ہیں۔ میرے لیے زیادہ طمانیت کی بات یہ ہے کہ وہ جتنے اچھے شاعر ہیں اتنے ہی اچھے اور دلنواز انسان بھی ہیں۔

(فرحت عباس شاہ)

○ مبارک صدیقی فطری طور پر موزوں طبع ہیں۔ مزاح انکے مزاج کا حصہ ہے لہٰذا شعر کہنے کے لئے بھی انہوں نے اسی میدان کا انتخاب کیا اور بہت تازہ کام بھی کیا۔ اب وہ واقعتاً سنجیدگی سے شعر کہنے کی طرف آئے ہیں اور خوب خوب مصرعے نکالے ہیں۔ یہی وہ سفر ہے جس پر فی الواقعہ ایک جینوئین لکھنے والے کو روانہ ہونا چاہیئے۔ اور پھر مبارک صدیقی کی شخصیت ایسی ہنستی مسکراتی ہے کہ وہ نہ بھی مسکرائیں تو لگتا ہے کہ وہ مسکرا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہمیشہ ہنستا مسکراتا رکھے۔ آمین۔

(احمد مبارک)

○ آپ اپنی شاعری میں دنیا کے معمولی پن سے نکلنے کی سعی کرتے ہوئے کچھ کر گزرنے کی تمنا لئے نظر آتے ہیں۔

(صابر ظفر)

○ مبارک صدیقی جب اپنے خوبصورت اشعار سناتے ہوئے مسکرا رہا ہوتا ہے تو نہ جانے مجھے کیوں لگتا ہے کہ وہ کوئی غم چھپا رہا ہے۔ اِسکی شاعری کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے دیکھیئے تو آپ کو بھی ایسا ہی لگے گا۔ مبارک صدیقی دل سے شعر کہتا ہے جو سیدھے دلوں میں ترازو ہو جاتے ہیں۔

(عبدالکریم قدسی)

○ مبارک صدیقی ایک خوبصورت اور بھرپور شاعر ہے جو غزل بھی خوب کہتا ہے اور نعت بھی بہت خوب کہتا ہے۔ مجھے لندن میں اس محبت کرنے والے نوجوان جذبوں کے شاعر سے مل کے بہت خوشی ہوئی ہے۔“

(انور مسعود)

○ انگریزی زبان کے ماحولیاتی طلسم میں اردو سخن گوئی کا جادو جگانا اور کرب و طرب کے اظہار کو اپنانا کوئی معمولی فن نہیں ہے لیکن مبارک صدیقی نے کمال خوبصورتی کے ساتھ اپنے خوبصورت کلام میں یہ جادو جگایا ہے۔

(مبارک احمد عابد)

○ فنِ ادب کے خوبصورت نگینوں کو پرونے اور زندگی کے رنگوں اور سچے جذبوں کا امتزاج اپنی شاعری میں پیش کرنے والے جناب مبارک صدیقی صاحب کے بارے میں بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ! وہ آیا، اس نے دیکھا، اس نے فتح کیا۔
شاعری کے دلدادہ، بے شمار دِلوں پر حکمرانی کرنے والے، مبارک صدیقی صاحب کے چاہنے والے دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں۔ دنیائے شعروسخن میں آپ کا شمار دورِ حاضر کے معتبر ترین شعراء میں ہوتا ہے۔

(پروفیسر عبدالصمد قریشی)

○ مبارک صدیقی صاحب کا کلام جب بھی نظر سے گزرا اچھا لگا۔

(امجد اسلام امجد)

○ مبارک صدیقی خوبصورت لب و لہجے کے شگفتہ گو شاعر ہیں۔

(رشید قیصرانی)

○ مبارک صدیقی صرف شاعر ہی نہیں بلکہ مجسم مشاعرہ ہے۔

(چوہدری محمد علی مضطر)

○○

حمد

منزل بھی تیری ذات ہے اور ہمسفر بھی تو

مولا مرا چراغ تُو شمس و قمر بھی تُو
طُولِ شبِ فراق میں نُورِ سحر بھی تُو
نیلم بھی تو، زَمرّد و لعل و گہر بھی تُو
حدِ نظر بھی تُو ہی تُو مدِ نظر بھی تُو

مولا مرے ادھر بھی تُو میرے اُدھر بھی تُو
منزل بھی تیری ذات ہے اور ہمسفر بھی تُو

جلوے ترے ہزار ہیں کوہ و دمن کے بیچ
تتلی بہار پھول کی صورت چمن کے بیچ
سنبل گلاب و لالہ و سرو و سمن کے بیچ
رنگ و گُل و بہار کی ہر انجمن کے بیچ

کرتا ہے ڈال ڈال یہاں باثمر بھی تُو
منزل بھی تیری ذات ہے اور ہمسفر بھی تُو

تُو وہ ہے جو کہ خاک سے خوشبو نکال دے
پھولوں کو رنگ روپ دے اور بے مثال دے
اِک کُن سے کہکشاؤں کو رستے پہ ڈال دے
اِک دو نہیں ہزار جو سورج اُچھال دے

وہ بے مثال و باکمال و با ہنر ہے تُو
منزل بھی تیری ذات ہے اور ہمسفر بھی تُو

مولا میں بےقرار ہوں اور چشمِ تر ہوں میں
اندھا سا اِک فقیر سرِ رہگزر ہوں میں
سنتا ہوں تیری چاپ جدھر بس اُدھر ہوں میں
بخشش کی بھیک مانگتا پھرتا اِدھر ہوں میں

میرے خیال و خواب سے ہے باخبر بھی تو
منزل بھی تیری ذات ہے اور ہمسفر بھی تُو

مولا وہ بھیک دے جو کرے باثمر مجھے
جانے دے بے حساب ہی اور خاص کر مجھے
اپنے کرم سے کر وہ عطا چشمِ تر مجھے
دھو کر مرے گنہ جو کرے معتبر مجھے

دشتِ طلب میں ایک مرا راہبر بھی تُو
منزل بھی تیری ذات ہے اور ہم سفر بھی تُو

○

حمد

اُس سے مانگ کے دیکھ کبھی

اُس سے مانگ کے دیکھ کبھی تو، اے مُورکھ اِنسان
وہ جو جل تھل کر سکتا ہے، پیاس کے ریگستان

جس خورشید کو دیکھ کے پگھلیں، برف کے بلتستان
جس کا وصل مٹا دیتا ہے، ہجر کے راجستھان

ساری دنیا چھوڑ چھاڑ کے، اُس سے جا کے مل
رو رو اپنا حال سنا، اور رکھ قدموں میں دل

پاؤں اُس کے پڑ کے کہنا، اے نوروں کے نور
جس نے کاٹے کشت ہزاروں، میں ہوں وہ مزدور

گرتے پڑتے آیا ہوں، میں گھائل چُور و چُور
کردے گھپ اندھیرے مجھ سے، میلوں صدیوں دور

بخش دے مجھ کو، دیکھ نہ میرا نامۂ اعمال
میرے ہاتھ نہ پلے کچھ بھی، ایسا ہوں کنگال

دُکھ کے ببر شیر ہیں پیچھے، بن جا میری ڈھال
پھر نہ دنیا مُڑ کے دیکھوں، ایک نظر وہ ڈال

تیرے ہاتھ میں بخشش کے ہیں، اربوں بحرِ ہند
رحمت کا اِک چھڑک وہ قطرہ، جی اُٹھے یہ جِند

○

ہجر کی کالی رات میں اُٹھ کر دِل کے دیپ جلا

ہجر کی کالی رات میں اُٹھ کر دل کے دیپ جلا
آنکھ کے مر جانے سے پہلے آنسو چار بہا
نفس کے کالے جادوگر سے جلدی جان چُھڑا

اُس کی یاد میں ایسے رو کہ ہستی جائے ہِل
وقت نکال کسی دن تھوڑا اپنے آپ سے مِل

تنہائی میں بیٹھ کسی دن خود سے مانگ حساب
کتنے تُو نے خار چُنے ہیں کتنے پھول گلاب
دو آنکھوں میں پال لئے ہیں تُو نے دو سو خواب

تُو نے خود کو جان لیا ہے شاید سب سے تیز
وقت کی دیمک چاٹ گئی ہے رُستم اور چنگیز

بات سمجھنے والی ہے اس دل کو یہ سمجھا
جیسے تیسے ہو سکتا ہے جا کے یار منا
آنکھ کے آنسو، پیر کے چھالے، دل کے زخم دکھا

اُس سے کہنا، کیا کہنا ہے، کیا میری اوقات
کر دے مجھ پہ اپنے پیار کے رنگوں کی برسات

○

نعتیہ کلام

بات ایسی کہ خوشبو سی آنے لگے

نام ایسا کہ دل جگمگانے لگے
کام ایسے کہ روح گنگنانے لگے
حُسن ایسا، چمن مُسکرانے لگے
بات ایسی کہ خوشبو سی آنے لگے

اور چہرہ کہ جیسے ہو ماہ تمام
علیك الصلوٰۃ علیك السلام

وہ لطافت تھی جیسے کہ آذان ہو
وہ حلاوت تھی جیسے کہ قرآن ہو
وہ طراوت تھی جیسے گلستان ہو
وہ سخاوت تھی جیسے کہ طوفان ہو

وہ محبت کہ عاشق ہوئے خاص و عام
عليك الصلوٰة عليك السلام

اُنکے آتے ہی موسم بدلنے لگے
پھول شاخوں پہ اپنی مچلنے لگے
دل کے پتھر دعا سے پگھلنے لگے
جاں بلب لوگ پھر سے سنبھلنے لگے

مسکرا کے فرشتوں نے بھیجے سلام
عليك الصلوٰة عليك السلام

اُن کو دیکھا تو اُن پہ فدا ہو گئے
بت پرستوں سے وہ با خدا ہو گئے
اُنکے در کے گدا بادشاہ ہو گئے
لوگ مٹی کے وہ کیمیا ہو گئے

بن گئے سیدی ایک حبشی غلام
علیك الصلوٰة علیك السلام

بے سہاروں کا وہ آسرا بن گئے
بیقراروں کے دِل کی صدا بن گئے
درد دیکھا جہاں بھی دوا بن گئے
عین گرداب میں ناخدا بن گئے

عشق ایسا کیا، کہہ اُٹھے وہ تمام
علیك الصلوٰة علیك السلام

○

نعت

پیار کیسے ہو گیا یہ واقعہ ہے مختصر

اہل دنیا کو نجانے اور کیا اچھا لگا
اہل دل کو بس محمد مصطفیٰؐ اچھا لگا

روشنی پہ جان دینے پھر پتنگے آ گئے
شب گزیدہ قوم کو روشن دیا اچھا لگا

درد کے صحرا میں بارش وصل کی جل تھل ہوئی
ہجر کے ماروں کو موسم وہ بڑا اچھا لگا

جس نے اُس کے ہاتھ چومے، خود بھی خوشبو ہو گیا
اہلِ دِل کو عشق کا یہ معجزہ اچھا لگا

پیار کرنا جرم ہے تو سُن زمانے غور سے
وہ ہمیں تھوڑا نہیں بے انتہا اچھا لگا

اُسکی خاطر زخم جو آئے وہ سارے پھول تھے
اُسکے کوچے تک ہمیں ہر کربلا اچھا لگا

پیار کیسے ہو گیا یہ واقعہ ہے مختصر
ہم دکھی تھے اور ہمیں دکھ آشنا اچھا لگا

عشق بھی کیا چیز ہے اب کیا بتائیں دوستو
جو بھی اُس تک لے گیا، وہ راستہ اچھا لگا

کیا عجب، روزِ قیامت وہ مبارک یہ کہیں
میرے اس شاعر نے اُس دن جو کہا اچھا لگا

○

مِری ہر غزل میں گلاب ہو

کسے ہجرتوں کا ملال ہے
کسے فرقتوں کا خیال ہے
جو گزر گئی تری یاد میں
وہی شام شامِ وصال ہے

مِرا خواب تھا کسی روز تو
مِری منتظر یوں بہار ہو
جو اُٹھے نگاہ جھکی ہوئی
مِرے روبرو رُخِ یار ہو

وہی یار کہ وہ جدھر چلے
وہاں روشنی کا نزول ہو
جو لکھے وہ حرف مجیب ہو
جو کرے دُعا وہ قبول ہو

وہ شگفتہ گل کہ جسے چھوئے
وہی شاخِ سبز گلاب ہو
جسے سوچنے کی جزا ملے
جسے دیکھنا بھی ثواب ہو

اُسے شاعری سے ہو گر شغف
میرا لہجہ مثل فراز ہو
اُسے عابدوں سے ہو پیار تو
مِری ہر قدم پہ نماز ہو

اُسے سوچ کر میں لکھوں اگر
مِرا حرف حرف ثواب ہو
مِری ہر دعا میں ہوں تتلیاں
مِری ہر غزل میں گلاب ہو

کبھی یوں بھی ہو وہ مجھے کہے
تری سب دعائیں قبول ہیں
ترے رت جگے ہیں سنے گئے
ترے خار آج سے پھول ہیں

کبھی یوں بھی ہو سرِ بزم وہ
مجھے یہ کہے کہ غزل سنا
میں غزل غزل میں اُسے کہوں
نہیں میرا کوئی ترے سِوا

کوئی دم درود وہ کر کے جو
مرے قلب و جاں کو نکھار دے
وہ دعا بھی دے مجھے پیار سے
مرے دو جہاں جو سنوار دے

○

کمال یہ ہے

خزاں کی رُت میں گلاب لہجہ بنا کے رکھنا، کمال یہ ہے
ہوا کی زد پہ دیا جلانا، جلا کے رکھنا، کمال یہ ہے

ذرا سی لغزش پہ توڑ دیتے ہیں سب تعلق زمانے والے
سو ایسے ویسوں سے بھی تعلق بنا کے رکھنا، کمال یہ ہے

کسی کو دینا یہ مشورہ کہ وہ دُکھ بچھڑنے کا بھول جائے
اور ایسے لمحے میں اپنے آنسو چھپا کے رکھنا، کمال یہ ہے

خیال اپنا، مزاج اپنا، پسند اپنی، کمال کیا ہے؟
جو یار چاہے وہ حال اپنا بنا کے رکھنا کمال یہ ہے

کسی کی رہ سے خدا کی خاطر، اٹھا کے کانٹے، ہٹا کے پتھر
پھر اس کے آگے نگاہ اپنی جھکا کے رکھنا کمال یہ ہے

وہ جس کو دیکھے تو دُکھ کا لشکر بھی لڑکھڑائے، شکست کھائے
لبوں پہ اپنے وہ مسکراہٹ سجا کے رکھنا، کمال یہ ہے

ہزار طاقت ہو، سو دلیلیں ہوں پھر بھی لہجے میں عاجزی سے
ادب کی لذت، دُعا کی خوشبو، بسا کے رکھنا کمال یہ ہے

(2015ء)

○

ستارہ بن کے رہو یا کسی دیئے میں رہو

ستارہ بن کے رہو یا کسی دیئے میں رہو
کسی بھی حال میں، جگمگ سے سلسلے میں رہو

ہر ایک عزت و رفعت ہے خاکساری میں
سو چاند چُھو کے بھی مٹی سے رابطے میں رہو

نِظامِ شمس و قمر دیکھ کر یہ جانا ہے
محبتوں میں بھی، مخصوص دائرے میں رہو

قدم قدم پہ درندے ہیں، راہزن ہیں یہاں
تو عافیت ہے اِسی میں، کہ قافلے میں رہو

کسی کو دشت میں دریا کے روپ میں مِلنا
کسی کی یاد کے زندہ سے معجزے میں رہو

کسی کی آنکھ میں بن کر خوشی کا اِک آنسُو
کسی اُداس سے چہرے کے قہقہے میں رہو

گلُاب ایسے بھی دِل کے لہو سے بو جاؤ
کہ مر بھی جاؤ تو خوشبُو کے تذکرے میں رہو

کوئی جو تم سا نہیں پارسا، تو وہ جانے
نہ حد سے زیادہ کسی کے معاملے میں رہو

اجَل نے ایک دن دستک ضرور دینی ہے
بھلے محل میں رہو تم یا جھونپڑے میں رہو

امیرِ شہر کی مانو تو پھر ضمانت ہے
نہیں تو یونہی ہمیشہ مقدمے میں رہو

انا کے زعم میں کاٹو نہ قیدِ تنہائی
حِصار توڑ دو یا پھر محاصرے میں رہو

تو کیا عجب ہے کہ اُسکی نگاہ پڑ جائے
سو دل بچھائے ہوئے اُسکے راستے میں رہو

سکونِ قلب کے بس دو ہی تو ٹھکانے ہیں
خدا کے گھر میں رہو یا مشاعرے میں رہو

وہ شخص جس کو ملے، مُسکرا کے ملتا ہے
سو تم یونہی نہ مبارکؔ مغالطے میں رہو

(2018ء)

○

لوگ سب مل کے اگر دیپ جلانے لگ جائیں

لوگ سب مل کے اگر دیپ جلانے لگ جائیں
اے سِیہ رات ترے ہوش ٹھکانے لگ جائیں

ہم تو ہر دور میں خوشبو کے پیامبر ٹھہرے
ہم تو صحرا میں رہیں، پُھول اُگانے لگ جائیں

ہم سا معصوم، زمانے میں کہاں ہوگا کہ ہم
دل بھی ٹُوٹے تو فقط شعر سُنانے لگ جائیں

ہم تو وہ ہیں کہ ترے شہر سے جو بھی آئے
اُس کی راہوں میں دِل و جان بچھانے لگ جائیں

عین ممکن ہے رہِ وصل کا رہ جائے سُراغ
اپنے اندر کے دیے ہم جو جلانے لگ جائیں

وہ گلُابوں سے دُھلا شخص جو مل جائے مجھے
میں تو کہتا ہوں مرے ہاتھ خزانے لگ جائیں

اے شہنشاہِ سُخن، شعر کوئی ایسا نواز
میرے دشمن بھی مجھے آ کے منانے لگ جائیں

حُسنِ دنیا پہ تو ممکن ہے کہوں ایک غزل
حُسنِ جاناں پہ کہوں گر تو زمانے لگ جائیں

(2017ء)

○

مری ردیف میں، مصرعے میں، قافیے میں ہے

مری ردیف میں، مصرعے میں، قافیے میں ہے
وہ میرے ساتھ ہے اور ہر مشاعرے میں ہے

ہر ایک بات میں اُس گلبدن کی باتیں ہیں
ہر ایک شعر میں وہ مجھ سے رابطے میں ہے

اُسی کے حُسن کی لَو سے غزل دمکتی ہے
وہ نور نور سا چہرہ جو رَتجگے میں ہے

یوں مجھ سے کہنے لگا ایک دن سِتارہ شناس
کہ وصلِ یار کی رہ تیرے زائچے میں ہے

ہزار منزلیں اُس کا طواف کرتی ہیں
وہ چاند چاند سا مکھڑا جو قافلے میں ہے

کسی شراب کے نشے میں وہ سرُور نہیں
جو میرے یار کی محفل کے تذکرے میں ہے

وہ میرا حال جو پوچھے تو اُس سے کہہ دینا
وہ زخم زخم ہے لیکن وہ حوصلے میں ہے

گھرا ہوا ہوں میں کوفہ مزاج لوگوں میں
کڑی ہے دھوپ اور لشکر مقابلے میں ہے

یہ دل دُکھا سا، تہہِ خاک کون تڑپا ہے
عجب سی دُکھ بھری آواز زلزلے میں ہے

مجھے وہ پیار سے دیکھے یا دربدر کر دے
مری ہر ایک خوشی، اُس کے فیصلے میں ہے

(2016ء)

○

وہ جِسے میں نے دل و جان سے چاہا

وہ جسے میں نے دل و جان سے چاہا، آہا
اُس نے بھی ایک مِرا شعر سراہا، آہا

کوچۂ یار کے آزار بھی سُکھ ہوتے ہیں
اُس نے رکھا جو مرے زخم پہ پھاہا، آہا

کون ساقی ہے سرِ بزم شرابوں جیسا
میکدہ بول اُٹھا جھوم کے، آہا، آہا

وہ مجھے پھول اگر دے تو کدھر جاؤں گا
جس کا پتھر بھی لگا تو میں کراہا، آہا

کل وہ کہتا تھا مجھے شعر بُرے لگتے ہیں
آج جو سُن کے غزل کہتا ہے آہا، آہا

اپنے اعمال جو دیکھوں تو تہی دامن ہوں
تیری بخشش کو جو دیکھوں تو اِلٰہا، آہا

مجھ سے پتھر کو بھی اِک روز ستارہ کر دے
خاک سے پھول اُگاتا ہے تُو شاہا، آہا

یار نے جو بھی کہا، دل نے کہا بسم اللہ
اس طرح عشق مبارکؔ نے نباہا، آہا

(2014ء)

○

دس بیس میں مِل جاتی ہے بازار سے خُوشبُو

دس بیس میں مِل جاتی ہے بازار سے خُوشبُو
بہتر ہے مگر آئے جو کِردار سے خُوشبُو

تُم پیڑ دعاؤں کا سدا سبز ہی رکھنا
آئے گی ترے نام سے، گھر بار سے خُوشبُو

ہم لوگ عقیدت کے گُلابوں سے دُھلے ہیں
آتی ہے ہمیں خاکِ رہِ یار سے خُوشبُو

قاتِل نے مٹائے ہیں نشاں میرے لہو کے
یہ اور کہ جائے گی نہ تلوار سے خُوشبُو

عاشِق کے لئے ہجر کا دریا ہو یا صحرا
جس پار ہے محبوب، اُسی پار سے خُوشبُو

عطّار سے قُربت کا کرِشمہ ہے مبارکؔ
عنوان ہو مٹی بھی تو اشعار سے خوشبو

مانا کہ وہ بھی آج تک ــــ مانا تو ہے نہیں

مانا کہ وہ بھی آج تک مانا تو ہے نہیں
ہم نے بھی اس کے شہر سے جانا تو ہے نہیں

رکھی ہے کوئے یار کی مٹی سنبھال کے
اس سے بڑا زمیں پہ خزانہ تو ہے نہیں

کچھ لوگ تیرے شہر کے خنجر بدست ہیں
کچھ ہم نے بازِ عشق سے آنا تو ہے نہیں

کہتے ہیں لوگ ان سے کہو جا کے حالِ دل
اب ہم نے اپنی جان سے جانا تو ہے نہیں

خانہ بدوش لوگ ہیں، دنیا کا کیا کریں
دنیا سے لے کے کچھ ہمیں جانا تو ہے نہیں

اِک زخم زخم قوم سے درویش نے کہا
تم نے کسی کی بات کو مانا تو ہے نہیں

جرم وفا پہ لائے ہیں مقتل میں وہ ہمیں
اب ان کے پاس اور بہانہ تو ہے نہیں

ملتے ہیں جس خلوص سے ہم ہر کسی کے ساتھ
ویسے یہ اس طرح کا زمانہ تو ہے نہیں

کچھ اس لئے بھی آج تک روٹھے نہیں ہیں ہم
آ کے ہمیں کسی نے منانا تو ہے نہیں

اپنا سنا کے حال اسے کچھ نہ پوچھنا
اس کم سخن نے کچھ بھی بتانا تو ہے نہیں

(2005ء)

دُعا کی لو سے دِیے میں جلانے والا ہوں

دُعا کی لو سے دِیے میں جلانے والا ہوں
میں کوئے یار میں جاں بھی لٹانے والا ہوں

یہ پھول اُس نے مجھے بے سبب نہیں بھیجے
میں اس کی راہ سے کانٹے اُٹھانے والا ہوں

مری نگاہ میں قطرہ بھی اِک سمندر ہے
اے میرے دوست میں صحرا سے آنے والا ہوں

پھر اس سے کیا کہ مجھے کیا دیا ہے دنیا نے
مرا جو فرض ہے میں وہ نبھانے والا ہوں

امیرِ شہر کے فتوے بجا ہیں لیکن دوست
میں نوکِ دار پہ بھی سچ سُنانے والا ہوں

مجھے خبر ہے کمانوں سے تیر چھوٹے ہیں
مجھے خبر ہے مری جاں میں جانے والا ہوں

مرے قبیلے میں عہد و وفا ہی سب کچھ ہے
سو جان دے کے میں وعدہ نبھانے والا ہوں

میں اُس کی آنکھ کے نشے سے لڑکھڑایا تھا
وہ کہہ رہا تھا، میں پینے پلانے والا ہوں

میں تیرے عشق میں دنیا تو چھوڑ دوں لیکن
''میں اپنے گھر میں اکیلا کمانے والا ہوں''

تو کیا ہوا جو ترے ہاتھ سے اُڑے جگنو
میں چاند لے کے ترے شہر آنے والا ہوں

کچھ اس لئے بھی زمانے تری مری نہ بنی
تُو دل کا چین، میں آنسو چرانے والا ہوں

میں تیرے ہاتھ کی تحریر کیا کروں کہ تُو
مُکر گیا تو میں کس کو دِکھانے والا ہوں

نہ پوچھ مجھ سے زمانے وفا کی اُجرت کا
تری طرح میں کوئی دل دُکھانے والا ہوں

یہ اور بات کہ اب اُس کو میری یاد آئی
یہ اور بات میں دنیا سے جانے والا ہوں

(2012ء)

○

ہونا ہی تھا

مجھ سے پتھر نے بھی اِک دن کیمیا ہونا ہی تھا
مل گیا تھا وہ مجھے، اب معجزہ ہونا ہی تھا

میں نے اس کی راہ میں رکھے تھے خوشبو کے چراغ
سو مرا اُس گلبدن سے رابطہ ہونا ہی تھا

بات چل نکلی تھی خوشبو، چاندنی اور پھول کی
اب مری باتوں میں اُس کا تذکرہ ہونا ہی تھا

روبرو بیٹھا ہوا تھا وہ گلابوں سے دُھلا
آنکھ نے شاداب اور دل نے دعا ہونا ہی تھا

موسمِ پت جھڑ مجھے ایسے نہ حیرانی سے دیکھ
اُس نے دیکھا تھا مجھے، میں نے ہرا ہونا ہی تھا

آدمی اچھا تھا وہ، سو تہمتیں اُس پر لگیں
حادثوں کے شہر میں یہ حادثہ ہونا ہی تھا

وہ دعا کرتے ہوئے تھکتا نہ تھا، تھکتا نہ تھا
آسماں سے اُس کے حق میں فیصلہ ہونا ہی تھا

کل کوئی لفظِ محبت سُن کے دُکھ سے رو پڑا
مجھ سے بڑھ کر بھی کوئی تو دل دُکھا ہونا ہی تھا

ہو گیا تھا عشق اُس شاداب سے، مہتاب سے
میں نے دنیا کے لئے اب لاپتہ ہونا ہی تھا

○

عاشق ہے وہ جو یار کی چوکھٹ سے نہ اُٹھے

دامن تہی اُداس تھا، کہتا میں کیا غزل
پلکوں سے ڈھل رہی تھی مگر بَرملا غزل

دشتِ سخن سے آج ہی لوٹا ہوں جاں بلب
جام و سبو کو چھوڑ دے، ساقی سُنا غزل

میں حرف حرف مانگتا پھرتا تھا اور پھر
اِک شخص میرے سامنے تھا سرتاپا غزل

دیکھا اُسے تو مجھ سے بھی خوشبو لپٹ گئی
سوچا اُسے تو نور میں آئی نہا غزل

تھا حرف حرف تیرگی پہنے ہوئے مگر
جب آپ نے سُنی تو گئی جگمگا غزل

اے حُسنِ بے پناہ! مجھے چھوڑ کر نہ جا
تُو نہ رہا تو کون سی محفل ہے، کیا غزل

عاشق ہے وہ جو یار کی چوکھٹ سے نہ اُٹھے
دلبر، جو اِک نگاہ سے کر دے عطا غزل

جاتا تھا کوئے یار کو، اِک شخص با وضو
لکھتا تھا حُسنِ یار پہ کر کے دعا غزل

(2014ء)

○

وہ بھی ہجر فسانہ دل میں رکھنے والا نئیں

وہ بھی ہجر فسانہ دل میں رکھنے والا نئیں
میں بھی قول قرار سے پیچھے ہٹنے والا نئیں

وصل کا رستہ کانٹوں والا، جانتا ہوں، سو میں
دل کی چوٹیں، پیر کے چھالے گننے والا نئیں

کون ہیں میرے دُشمن سجّن، سب کو ہے معلوم
میں پردوں کے پیچھے چُھپ کر ملنے والا نئیں

رنگ سنہرا، جگمگ آنکھیں، سُندر رُوپ سُروپ
ایسے قاتل حملے سے میں بچنے والا نئیں

جانتا ہوں کہ کیوں رہتے ہیں مجھ سے لوگ خفا
میں لوگوں کو جھوٹے سپنے بیچنے والا نئیں

اُس کو بھی دربار میں دیکھا جوڑے دونوں ہاتھ
وہ جو اکثر کہتا تھا میں بِکنے والا نئیں

میرے قاتل، منصف کیا، تُو پورا شہر خرید
جو بھی ہو، میں تیرے حق میں بیٹھنے والا نئیں

کاش مجھے وہ چاند کہے، آ میرے پاس بھی بیٹھ
اور اگر میں بیٹھ گیا تو اُٹھنے والا نئیں

دنیا تُو بھی زخم لگانے میں ہے پختہ کار
میں بھی تجھ سے پتھر کھا کر تھکنے والا نئیں

اُس سے کہنا، جیتنا ہے تو پیار سے مجھ سے جیت
تُو نے خنجر پکڑا تو میں ہارنے والا نئیں

میں ہوں عشق قبیلے سے اور دُکھ میری میراث
مر سکتا ہوں، عشق مِرا یہ مرنے والا نئیں

اور کسی سے جلتے گھر کی قیمت جا کے پوچھ
میں بازار میں بیٹھ کے آنسو بیچنے والا نئیں

(2010ء)

○

سُرمئی شام ہے موسم ہے سُہانا

سُرمئی شام ہے موسم ہے سُہانا آ، نا
اس سے پہلے کہ میں ہو جاؤں فسانہ آ، نا

مجھ سے پہلے ہی کئی لوگ خفا رہتے ہیں
مجھ سے جل جائے ذرا اور زمانہ آ، نا

اِک ترا حسن گلابوں سا غزل صورت ہے
اِک یہ ساون کا مہینہ ہے سہانا آ، نا

روز کہتے ہو مجھے آج تو یہ ہے، وہ ہے
آج دنیا سے کوئی کر کے بہانہ آ، نا

آخری جنگ میں لڑنے کے لئے نکلا ہوں
پھر رہے یا نہ رہے تیرا دِوانہ آ، نا

لوگ کہتے ہیں تجھے بھول کے بھی زندہ رہوں
میں نے پوچھا تھا مگر دل نہیں مانا آ، نا

لوگ تو لوگ ہیں جو چاہے وہ کہہ سکتے ہیں
تُو تو میرا ہے، مرے دل کو دُکھا نہ آ، نا

دشمنِ جان سمجھتا ہے کہ تنہا ہوں میں
میں نے دشمن کو بتانا ہے کہ ناں ناں آ، نا

مسکراتا ہوں مگر ڈر ہے کسی محفل میں
اشک آنکھوں سے نہ ہو جائیں روانہ آ، نا

وہ جو معصوم سا شاعر ہے مبارکؔ احمد
اس کا دنیا میں فقط تُو ہے خزانہ آ، نا

(2016ء)

○

کوئی ایسا جادو ٹونہ کر

کوئی ایسا جادو ٹونہ کر
مرے عشق میں وہ دیوانہ ہو
یوں اُلٹ پلٹ کر گردش کی
میں شمّع تو وہ پروانہ ہو

ذرا دیکھ کے چال ستاروں کی
کوئی زائچہ کھینچ قلندر سا
کوئی ایسا جنتر منتر پڑھ
جو کر دے بخت سکندر سا

کوئی چلّہ ایسا کاٹ کہ پھر
کوئی اس کی کاٹ نہ کر پائے
کوئی ایسا دے تعویذ مجھے
وہ مجھ پر عاشق ہو جائے

کوئی فال نکال کرشمہ گر
مری رہ میں پھول گلاب آئیں
کوئی پانی پھونک کے دے ایسا
وہ پیئے تو میرے خواب آئیں

کوئی ایسا کالا جادو کر
جو جگمگ کردے دِن میرے
وہ کہے مبارک جلدی آ
اب جیا نہ جائے بِن تیرے

کسی ایسی راہ پہ ڈال مجھے
جس راہ سے وہ دلدار ملے
کوئی تسبیح دم درود بتا
جسے پڑھوں تو میرا یار ملے

کوئی قابو کر بےقابو جن
کوئی سانپ نکال پٹاری سے
کوئی دھاگہ کھینچ پراندے کا
کوئی منکا اکشا دھاری سے

کوئی ایسا بول سکھا مجھ کو
وہ سمجھے خوش گفتار ہوں میں
کوئی ایسا عمل کرا مجھ سے
وہ جانے، جان نثار ہوں میں

کوئی ڈھونڈھ کے وہ کستوری لا
اسے لگے میں چاند کے جیسا ہوں
جو مرضی میرے یار کی ہے
اسے لگے میں بالکل ویسا ہوں

کوئی ایسا اسمِ اعظم پڑھ
جو اشک بہا دے سجدوں میں
اور جیسے تیرا دعویٰ ہے
محبوب ہو میرے قدموں میں

پر عامل رُک، اِک بات کہوں
یہ قدموں والی بات ہے کیا؟
محبوب تو ہے سر آنکھوں پر
مجھ پتھر کی اوقات ہے کیا

اور عامل سن یہ کام بدل
یہ کام بہت نقصان کا ہے
سب دھاگے اس کے ہاتھ میں ہیں
جو مالکِ کُل جہان کا ہے

(1995ء)

O

صحرا صحرا کہنے سے گلزار بدلتے نئیں

صحرا صحرا کہنے سے گلزار بدلتے نئیں
دیکھ کے تیور دشمن کے، ہم یار بدلتے نئیں

بات تو یہ ہے بندے کے کردار سے خوشبو آئے
گوچی باس لگانے سے کردار بدلتے نئیں

گھر کی زینت، گھر والوں کی عزت پیار سے ہے
لینڈ کروزر، پورشے سے گھر بار بدلتے نئیں

جن کی فطرت میں ہو ڈسنا، ڈس کے رہتے ہیں
بی اے، ایم اے کرنے سے افکار بدلتے نئیں

بات تو تب ہے کعبہ، دِل کا کرنے لگے طواف
رسمی عمرے کر کے دنیا دار بدلتے نئیں

ایسا ہے کہ ایسا ویسا اور نہیں ہے کچھ بھی
ایسا ہے کہ کچھ بھی ہو ہم پیار بدلتے نئیں

دانشمندی ہے 'وہ کرنا' جو بھی کہے طبیب
نُسخے جیب میں رکھنے سے بیمار بدلتے نئیں

جو ہیں اپنے، وہ ہر حال میں اپنے رہتے ہیں
ہم موسم کو دیکھ کے رشتے دار بدلتے نئیں

اکثر تنہا رہ جاتے ہیں تیز مزاج وہ لوگ
دیکھ کے چال جو اپنوں کی، رفتار بدلتے نئیں

ناانصافی، چھینا جھپٹی، قتل و غارت، ڈاکے
جانے میرے دیس کے کیوں اخبار بدلتے نئیں

بارش کی صورت جو اُتریں وہ ہی لکھے جائیں
اسکے بعد مبارکؔ کے اشعار بدلتے نئیں

○

ایک دریا دشت کے اُس پار تھا ایسا کہ بس

دل کسی کے پیار میں سرشار تھا ایسا کہ بس
اور پھر وہ بھی گل و گلزار تھا ایسا کہ بس

ایک تو دل ڈھونڈتا رہتا تھا کوئی غم شناس
اور پھر وہ شخص بھی غمخوار تھا ایسا کہ بس

ایک تو اُس قافلے میں لوگ تھے مہتاب سے
اور اُس پہ قافلہ سالار تھا ایسا کہ بس

آئینے رکھے ہوں جیسے چاندنی کے شہر میں
سامنے میرے رُخِ انوار تھا ایسا کہ بس

پوچھتے ہو دوست کیا احوال وصلِ یار کا
ایک دریا دشت کے اُس پار تھا ایسا کہ بس

وہ نظارہ تھا کہ آنکھیں چاندنی سے دُھل گئیں
رُو برو میرے وہ حُسنِ یار تھا ایسا کہ بس

ہم مبارک آئے تھے اِک دشت سے اُجڑے ہوئے
وہ گُل و گلزار برگ و بار تھا ایسا کہ بس

○

آنکھ غزل اور زُلف صبا ہے

آنکھ غزل اور زلف صبا ہے، اوئے ہوئے ہوئے
اُس کا روپ کہ پھول کھلا ہے، اوئے ہوئے ہوئے

اُس نے دیکھا آئینے کو بن ٹھن کے
آئینہ بھی بول اُٹھا ہے، اوئے ہوئے ہوئے

اُس کو دیکھ کے میں نے کیا، ہر واعظ نے
تسبیح روکی اور کہا ہے، اوئے ہوئے ہوئے

شاید میرے شہر سے آج وہ گزرا ہے
خوشبو سے سرشار فضا ہے، اوئے ہوئے ہوئے

پہلے ہی وہ حُسن قیامت قاتل تھا
اوپر سے وہ رُوٹھ گیا ہے، اوئے ہوئے ہوئے

اُس کو دیکھ کے دل میں کچھ کچھ ہوتا ہے
پھول گلاب سا وہ مکھڑا ہے، اوئے ہوئے ہوئے

اُس کے حُسن کی لو سے دیپک جل اُٹھیں
ایسا جگمگ وہ چہرہ ہے، اوئے ہوئے ہوئے

چنچل، کومل، شیتل، اُس کا روپ سروپ
عشق نگر میں حشر بپا ہے، اوئے ہوئے ہوئے

گوری رنگت، جھلمل مکھڑا، کالا سُوٹ
حُسن کا وہ خودکُش حملہ ہے، اوئے ہوئے ہوئے

دُکھ کا سورج، پیاس کے نیزے، دشت اور میں
اور وہ دشت میں اِک دریا ہے، اوئے ہوئے ہوئے

میں نے خط میں اُس کو لکھا حالِ دل
اُس نے واپس بس لکھا ہے، اوئے ہوئے ہوئے

(2006ء)

O

شامِ غم آج ذرا ایسے مَنا لی جائے

شامِ غم آج ذرا ایسے مَنا لی جائے
بے سبب ایک غزل اور بنا لی جائے

حاکمِ وقت کو دیکھوں تو دعا کرتا ہوں
اتنی عزت دے خدا جتنی سنبھالی جائے

میرے مولا وہ خسارے کے سوا کچھ بھی نہیں
ہر وہ لمحہ جو تری یاد سے خالی جائے

گر مرے ہاتھ میں آ جائے الہٰ دیں کا چراغ
گھر کو مزدور کوئی ہاتھ نہ خالی جائے

حد سے بھی بڑھ کے ضروری ہے دعائیں کرنا
اور اِس سے بھی ضروری ہے، دُعا لی جائے

پوچھتے کیا ہو کمائی کا، ترے شہر میں دوست
یہ بھی دولت ہے کہ عزت ہی بچا لی جائے

آؤ سجدے میں کریں بات مبارک اُس سے
جس کے در سے نہ کوئی خالی سوالی جائے

(2012ء)

○

وہ شاہ سُخن کمال اَست

سُخنوروں کے شہر میں، وہ شاہ سُخن کمال اَست
گلاب تو ہزار ہیں، وہ گُل بدن کمال اَست

مرے لئے وہی تو ہے، متاعِ جاں جمالِ زیست
سنو اگر نہیں ہے وہ، مرے لئے جہان نِیست

سُنو گے اس کی گفتگو، کہو گے بات ختم شد
مِلے جو آفتاب سے، کہو گے رات ختم شد

یونہی عطا نہیں ہوا، اسے مقام دِلبری
نہیں جہان میں کوئی، کرے جو اُس کی ہمسری

اُسی پہ جاں فریفتہ، یہ دل بصد نیاز ہے
دُعا دُعا سا شخص وہ، جو سر تا پا نماز ہے

اے شاہِ گُل، اے ماہِ گُل، تری رضا ہے تاج و تخت
یہی ہے میری داستاں، یہی ہے میری سرگزشت

تُو پیار سے جو دیکھ لے، تو ساغر و شراب کیا
ہو محو گفتگو جو تُو، تو نغمہ و رُباب کیا

دِلم ہے در فراق تُو، جوں طفلِ اشکبار ہو
اذاں کے انتظار میں، جوں گوشِ روزہ دار ہو

اگر ملے نہ یار تو، گُہر تمام سنگ و خِشت
کہ عاشقوں کے واسطے، وصالِ یار ہے بہشت

سدا رہے تُو شادماں، گلاب سے اے دِلبرم
میں اپنا حال کیا کہوں، میں جان و دل سے تُو شُدم

(2018ء)

کچھ ایسے لوگ بھی دنیا میں پائے جاتے ہیں

کچھ ایسے لوگ بھی دنیا میں پائے جاتے ہیں
جہاں بھی جائیں دیئے ہی جلائے جاتے ہیں

یہ آزمائشیں یوں ہی عطا نہیں ہوتیں
جو لوگ خاص ہوں وہ آزمائے جاتے ہیں

ہمیں حُسین سے، پیغمبروں سے نسبت ہے
ہمارے اس لئے بھی دِل دُکھائے جاتے ہیں

وہ شخص صورتِ خورشید جب نکلتا ہے
تو رنگ و نور میں ہم بھی نہائے جاتے ہیں

اُسے بھی پیار ہے ان سے جو دل شکستہ ہوں
سو اُس کی بزم میں ہم بھی بلائے جاتے ہیں

میں اپنے دل سے پریشان ہوں کدھر جاؤں
جو بےوفا تھے، اِسے یاد آئے جاتے ہیں

توکُل ملا کے مجھے بات یہ سمجھ آئی
جو نیک لوگ ہوں اکثر ستائے جاتے ہیں

دُعا سلام نہ حدِ ادب نہ عجز و خلوص
یہ میرے شہر میں اب کون آئے جاتے ہیں

عجیب لوگ ہیں شاعر بھی یہ خدا جانے
کوئی سُنے نہ سُنے، یہ سُنائے جاتے ہیں

مرا یقین ہے یہ خامُشی، یہ گہرا سکوت
یہ لوگ خود نہیں آتے، یہ لائے جاتے ہیں

○

کوئی درد ہے جو ابھی دوا نہیں ہو سکا

کوئی درد ہے جو ابھی دوا نہیں ہو سکا
وہ بچھڑ گیا ہے مگر جدا نہیں ہو سکا

کوئی ہے خلش جو کھٹک رہی ہے ابھی مجھے
کوئی شعر ہے جو ابھی بپا نہیں ہو سکا

وہ ملے اگر تو اسے کہوں اے گلاب شخص
کوئی تجھ سا کیا تری خاکِ پا نہیں ہو سکا

ترے بعد پھر مِری موسموں سے بنی نہیں
ترے بعد میں کبھی پھر ہَرا نہیں ہو سکا

سرِ بزم ہیں یہی تذکرے کہ بُرا ہوں میں
مرا جرم ہے کہ میں بے وفا نہیں ہو سکا

کسی اور شب میں سناؤں گا یہ غزل تمہیں
ابھی آنکھ نم، ابھی دل دعا نہیں ہو سکا

ترے عشق میں کوئی جاں بھی لے،تو بھی جانِ جاں
میں یہی کہوں گا کہ حق ادا نہیں ہو سکا

(2009ء)

○

ہم نہیں وہ لوگ جو پتھر اُٹھا کر مار دیں

ہم نہیں وہ لوگ جو پتھر اُٹھا کر مار دیں
ہم ہیں وہ، جو رات کو سورج دِکھا کر مار دیں

دُشمنِ جاں تیری خاطر زہر کیوں لائیں گے ہم
تیرے جیسے چار ہم، غزلیں سنا کر مار دیں

آج بھی دنیا میں ہیں نایاب سے وہ لوگ جو
گالیاں سُن کر دعا دیں، مسکرا کر مار دیں

دُشمنِ جاں سوچ لینا، ہم ابابیلوں کے جُھنڈ
یہ نہ ہو لشکر ترا، کنکر گرا کر مار دیں

تم اگر سچ بولتے ہو، تم بھی دہشت گرد ہو
یہ نہ ہو کچھ لوگ تیرا گھر جلا کر مار دیں

دشمنی کے بھی ادب آداب ہیں اے میرے دوست
ہم نہیں کم ظرف وہ، جو گھر بُلاکر مار دیں

وہ اگر ہے صاحبِ کردار تو پھر کیا ہوا
آؤ اس پر کفر کا فتویٰ لگا کر مار دیں

لوگ ایسے بھی مبارک، آگئے ہیں شہر میں
دھوپ سے چھاؤں میں لائیں، اور لا کر مار دیں

(2016ء)

○

(عباس تابش کی معروف غزل سے متاثر ہو کر یہ غزل لکھی گئی)

ریت پہ نقش بناتے ہوئے تھک جاتے ہیں

ریت پہ نقش بناتے ہوئے تھک جاتے ہیں
خواب آنکھوں میں سجاتے ہوئے تھک جاتے ہیں

یوں ہی قبروں میں نہیں سوئے تھکے ہارے بدن
لوگ دنیا سے نبھاتے ہوئے تھک جاتے ہیں

زندگی پیاس کا صحرا ہے، جہاں قید ہیں ہم
اور ہم پیاس بجھاتے ہوئے تھک جاتے ہیں

مہرباں کوئی نہیں شہر میں اک تیرے سوا
یوں تو ہم ہاتھ ملاتے ہوئے تھک جاتے ہیں

چھوڑ جاتے ہیں وہی لوگ کڑے وقت میں کیوں؟
ہم جنہیں اپنا بتاتے ہوئے تھک جاتے ہیں

ڈستے رہتے ہیں کئی لوگ یہاں سانپ مزاج
اور ہم زخم چھپاتے ہوئے تھک جاتے ہیں

لوٹ آؤ نہ کسی روز اے جانے والو!
ہم غمِ ہجر چھپاتے ہوئے تھک جاتے ہیں

اُن کے سینوں میں بھی ہوتے ہیں تلاطم غم کے
وہ جو اوروں کو ہنساتے ہوئے تھک جاتے ہیں

زندگی اور ترا قرض چکائیں کب تک
اب تو ہم شعر سناتے ہوئے تھک جاتے ہیں

○

محسن نقوی کی معروف غزل کی زمین پر لکھی گئی غزل

کچھ دل کو ہیں آزار، ذرا اور طرح کے

کچھ دل کو ہیں آزار، ذرا اور طرح کے
کچھ وہ بھی ہیں غمخوار، ذرا اور طرح کے

کچھ حُسنِ مسیحا بھی زمانے سے الگ ہے
کچھ ہم بھی ہیں بیمار، ذرا اور طرح کے

دشمن بھی مرے عام نہیں، خاص ہیں سارے
اور یار بھی ہیں یار، ذرا اور طرح کے

ساقی سے کہو جام نہیں، مے کدہ لائے
ہم لوگ ہیں مے خوار، ذرا اور طرح کے

ہم لوگ محبت میں سیاست نہیں کرتے
ہم لوگ ہیں دو چار، ذرا اور طرح کے

یوں خواب نہ بیچو کہ یہاں شہرِ جفا میں
بیٹھے ہیں خریدار، ذرا اور طرح کے

انصاف تو کہتا ہے کہ قاتل کو سزا ہو
منصف ہیں سمجھدار، ذرا اور طرح کے

محشر میں ہمیں بخش دیا اُس نے یہ کہہ کر
ہوتے ہیں گناہگار، ذرا اور طرح کے

سنتے ہیں مبارکؔ کو کوئی چوٹ لگی ہے
کہتا ہے وہ اشعار، ذرا اور طرح کے

(2004ء)

○

دُنیا کی دِل دُکھانے کی عادت نہیں گئی

دنیا کی دل دُکھانے کی عادت نہیں گئی
اپنی بھی مسکرانے کی عادت نہیں گئی

دامن جلا، یہ دل جلا، یہ انگلیاں جلیں
اپنی دیئے جلانے کی عادت نہیں گئی

کچھ وہ غنیمِ جان بھی ہے مستقل مزاج
کچھ میری جاں سے جانے کی عادت نہیں گئی

اُس سے کہو خلوص سے لُوٹا کرے مجھے
میری فریب کھانے کی عادت نہیں گئی

وہ شہر بدنصیب ہے اُس کے مزاج میں
محسن کا گھر جلانے کی عادت نہیں گئی

کچھ روشنی سے اُن کو، عداوت ازل سے ہے
کچھ اپنی جگمگانے کی عادت نہیں گئی

پھونکوں سے آفتاب بجھانے کی جستجو
بچوں سی اس زمانے کی عادت نہیں گئی

گو تلخیٔ حیات سے پتھرا گیا وہ شخص
لیکن غزل سُنانے کی عادت نہیں گئی

○

یہ رنگ میرے گلاب کردو

یہ رنگ میرے گلاب کردو، یہ ہجر میرے وصال کر دو
میں چاہتا ہوں کہ آج مجھ پر نگاہِ لطف و جمال کر دو

میں چاہتا ہوں کہ آج مجھ سے گلاب خوشبو اُدھار مانگے
میں چاہتا ہوں کہ آج مجھ پر عنایتوں کا کمال کر دو

بچھڑ کے تجھ سے میں ہجرتوں کی غلام گردش میں کھو گیا ہوں
سو اے مسیحا ملو کچھ ایسے کہ دور سارے ملال کر دو

میں چاہتا ہوں بہشت والوں کو مجھ سے ملنے کی آرزُو ہو
میں چاہتا ہوں کہ مجھ سے پتھر کو بھی ستارہ مثال کر دو

میں ہجرتوں کی تمازتوں میں تری جھلک کو ترس گیا ہوں
سو مثل بارش برس برس کے، یہ روح میری نہال کر دو

میں اپنے خوابوں کے روز دل سے کئی جنازے اُٹھا رہا ہوں
میں تیرا عاشق، سو میرے عہدے پہ جان مجھ کو بحال کر دو

○

ابھی وہ لوگ باقی ہیں

جو اپنے حادثوں کے دُکھ چھپائے مسکراتے ہیں
جو بنجر موسموں میں بارشوں کے گیت گاتے ہیں
جو تتلی، پھول اور خوشبو کے موسم ساتھ لاتے ہیں
ابھی وہ لوگ باقی ہیں

جو زخمی فاختہ کو گھونسلے تک چھوڑ آتے ہیں
جو بچھڑی کُونج کو پھر ڈار سے واپس ملاتے ہیں
اُسے تنہائیوں میں موت کے دُکھ سے بچاتے ہیں
ابھی وہ لوگ باقی ہیں

جو شہرِ بے وفا میں بھی کیا وعدہ نبھاتے ہیں
جو کر کے ہاتھ زخمی راہ سے کانٹے اُٹھاتے ہیں
وہ جن کے ہاتھ میں دیپک دعا کے جھلملاتے ہیں
ابھی وہ لوگ باقی ہیں

جو اپنے نام سے انسانیت کو معتبر کر دیں
محبت سے نگہ ڈالیں تو ذرّوں کو گہر کر دیں
جو پتھر کھائیں، دیکھیں، مسکرائیں، درگزر کر دیں
ابھی وہ لوگ باقی ہیں

جو اپنی ذات کی پرچھائیں سے آگے نکل جائیں
کسی کی آنکھ کے آنسو ستاروں میں بدل جائیں
وہ جن کو دیکھ کے سب درد کے سورج پگھل جائیں
ابھی وہ لوگ باقی ہیں

وہ جن کے اپنے پاؤں میں کئی گرداب ہوتے ہیں
مگر وہ روح کے پاتال تک شاداب ہوتے ہیں
وہ ایسے لوگ جو ہر دور میں نایاب ہوتے ہیں
ابھی وہ لوگ باقی ہیں

(2013ء)

○

O

ڈوبتا جا رہا ہے دِل میرا
آج پھر چال لڑکھڑائی ہے
میں گیا تھا طبیب سے ملنے
اُس نے تیری کمی بتائی ہے

O

وہ شخص یاد آ گیا

(والدِ محترم کی وفات پر)

یونہی کسی کی بات پہ
کبھی ذرا جو دل دُکھا
تو چشمِ نم کو پونچھتے
وہ شخص یاد آ گیا

وہ مہربان اس قدر
کہ مِل کے جاں نہال ہو
وہ غمگسار اس طرح
کہ پھر نہ کچھ ملال ہو

وہ دل نواز یوں بھی تھا
کہ عرضِ حال مان لے
وہ دل گداز اس طرح
کہ دل کی بات جان لے

دُعا دعا سی وہ کرن
کہ فصلِ جاں نکھار دے
وہ لمس اِک گلاب سا
کہ ہر تھکن اُتار دے

پھر ایک شب کا واقعہ
کہ جب نہ ہوسکی سحر
جدا ہوئے تو ہم نے بھی
یہ جی کڑا کیا مگر

یونہی کسی کی بات پہ
کبھی ذرا جو دل دُکھا
تو چشمِ نم کو پونچھتے
وہ شخص یاد آگیا

○

روپ سنہرا، آنکھ کنول ہے

روپ سنہرا، آنکھ کنول ہے، کیا لکھوں
اُس کی اِک اِک بات غزل ہے، کیا لکھوں

میں کہ دُکھ کے صحراؤں میں پیاسا ہوں
وہ کہ سُکھ کا، گنگا جل ہے، کیا لکھوں

میں کہ ہر اِک موڑ نئے دوراہے پر
وہ کہ ہر اُلجھن کا حل ہے، کیا لکھوں

سوچ رہا تھا، لکھ دوں دِل کی بات اُسے
پھر سوچا، دِل تو پاگل ہے کیا لکھوں

جس کو دیکھ کے وقت کی نبضیں رُک جائیں
اُس کی آنکھ میں وہ کاجل ہے، کیا لکھوں

شہر ترے سے نکلا ہوں میں کچھ ایسے
آنکھیں نم ہیں اور دلدل ہے کیا لکھوں

میں بیٹھا تھا لکھنے اپنے غم اُس کو
اشکوں سے کاغذ جل تھل ہے، کیا لکھوں

رُوپ نگر میں نور سا جِھل مِل وہ چہرہ
سُندر شیتل اور کومل ہے، کیا لکھوں

چاند ستارے اُس کو دیکھ کے جلتے ہیں
وہ جگ مگ سا شیش محل ہے، کیا لکھوں

اُس کے لَمس کو باغ کا باغ ترستا ہے
وہ شاداب ہے، یا مخمل ہے کیا لکھوں

اُس نے قتل کیا، پر کون گواہی دے
ساری دُنیا اُس کے ''وَل'' ہے، کیا لکھوں

ایک مبارکؔ وہ نہ دل سے دور رہے
باقی تو پھر چل سو چل ہے، کیا لکھوں

○

وہ شاعری ہے

وہ بات جس سے دُکھا ہوا دل قرار پائے، وہ شاعری ہے
فصیل شب میں جو روشنی کے دیئے جلائے، وہ شاعری ہے

وہ جس کو سُن کر اُداس بلبل کی زندگی میں ترنگ جاگے
وہ جس کو پڑھ کر اُجاڑ آنکھوں میں خواب آئے، وہ شاعری ہے

جو کوئے جاناں کو جانے والے قدم قدم پر گلاب رکھے
جو تپتے صحرا میں بارشوں کی نوید لائے، وہ شاعری ہے

دُعا کی لو سے گداز ہو کر، قبولیت کا وہ ایک لمحہ
جو اشک بن کر اُداس آنکھوں میں جھلملائے وہ شاعری ہے

جو فرقتوں کی اُداس شب میں نویدِ صبح، وصال بخشے
جو ہجرتوں کی عذاب رُت میں بھی مسکرائے وہ شاعری ہے

وہ سبز موسم جو شہرِ دل کے تمام موسم گلاب کر دے
وہ یادِ جاناں جو دل کے آنگن میں جگمگائے وہ شاعری ہے

ابھی کچھ دیر رُک جاؤ

چلو یہ طے ہوا کہ میں
ترے قابل نہیں لیکن
ابھی کچھ دیر رُک جاؤ
ذرا سورج تو ڈھل جائے
ذرا موسم بدل جائے
ذرا جی بھر کے رولوں میں
ذرا تُو بھی سنبھل جائے
ابھی تو وہ تمازت ہے
کہ دُکھ سے جاں پگھلتی ہے
ذرا بارش برسنے دو
ابھی تو ریت جلتی ہے

مِرا دِل دُکھ سے پتھر ہے

ترے پاؤں تو سونا ہیں

مرا کیا ہے، مرے جیسے

کھلونا تھے، کھلونا ہیں

مری مانو، ابھی ٹھہرو

ذرا سائے یہ ڈھل جائیں

مجھے بس ایک دھڑکا ہے

ترے پاؤں نہ جل جائیں

ابھی کچھ دیر رُک جاؤ

ابھی کچھ دیر رُک جاؤ

○

تو غم کیا ہے!

رضائے یار ہے جب انتہا تو غم کیا ہے
اگر جدائی ہے اُس کی رضا تو غم کیا ہے

یہ دل یہ جان یہ دیوان، سب اُسی کا ہے
جو ایک زخم ہے اُس کی عطا تو غم کیا ہے

ابھی ہیں لوگ کچھ سقراط کے قبیلے سے
کماں بدست ہیں اہل جفا، تو غم کیا ہے

انہیں بھی زعم ہے کچھ دشمنی نبھانے کا
ہمیں بھی ناز ہم اہل وفا، تو غم کیا ہے

وصال یار کا رستہ ہے قتل گاہوں سے
سو آ گیا ہے اگر کربلا تو غم کیا ہے

یہ اور بات ہے یہ لکھ کے ہم بہت روئے
وہ ہو گیا ہے اگر بے وفا تو غم کیا ہے

(2009ء)

دھوپ سہانی اور جھل مِل ہو

دھوپ سہانی اور جھل مِل ہو، فرض کرو
ہم دونوں اور اِک ساحِل ہو، فرض کرو

تم دیکھو اور میں دیکھوں پھر میں دیکھوں
مست ہوا اور پاگل دِل ہو، فرض کرو

جنت میں کمخواب سی مخمل راہوں پر
تیری میری اک منزِل ہو، فرض کرو

چاند ستارے، پھول، دھنک، خوشبو اور ہم
رنگ و نور کی اِک محفل ہو، فرض کرو

کاش کہ نفرت کی سب فصلیں جل جائیں
اُلفت ہو اور دل بہ دل ہو، فرض کرو

کاش کہ ہر آنگن میں سُکھ کے پھول کھِلیں
جس کا خواب ہے جو، حاصل ہو، فرض کرو

خواب مبارکؔ روح کو زندہ رکھتے ہیں
شاید خواب سی اِک منزل ہو، فرض کرو

(1998ء)

○

تینڈھی گل گل پُھل گلاب اے

تینڈھی گل گل پُھل گلاب اے، تینڈھا مکھڑا دلنواز
میکوں جد جد تنیڈھی یاد آوے، میں بھج بھج پڑھاں نماز

تینڈھا حُسن وی قتل و غارت تے میںڈھا عشق وی حدوں پار
میں صدقے تھیواں سوہنیاں، تینڈے مکھ توں سو سو وار

تینڈھی سوچاں سوچدے سوچدے اِنج بُھلے میکوں راہ
میں چلیا وَل بازار کُوں تے پُجیا وِچ درگاہ

تُوں ٹُوٹا چن دا سوہنڑیاں، میں گلی دا رُلدا ککھ
میکوں پچھن والا کائی نئیں، تینڈھے حُسن دے عاشق لکھ

تینڈھی جگ مگ ویکھ کے ہک واری چن تارے جان کھلو
خورشید وی لُک لُک ویندا اے، تینڈھے مکھ دی جھل مِل لو

تینڈھی گل ہے امرت انج جیویں پیا ٹپکے ٹِپ ٹِپ رس
ہُن سُناں ہزار میں بانسریاں، میکوں آندا کائی نئیں چس

مینڈے سامنے بے پروائی نال جد ہس ہس گل کریویں
اس حدوں ودھ نمانے نوں سوؤں رب دی مار سُٹیویں

اے دنیا چوکھی ڈاڈی اے، اِتھاں پل پل اے دشوار
ہک دل ہے مینڈھا شیشے دا، اُتوں لوک نیں وانگ لوہار

مینڈھے کھوٹے سکے رُل رُل کے ہک روز کھرے ہوویسن
تُوں ملیا میکوں جس دن وی مینڈے بخت ہرے ہوویسن

ہک سِکھی عشق صحیفے چوں میں سو گلاں دی گل
پئی دنیا لکھ تکلیفاں دے، رکھ قبلہ یار دے ول

(2015ء)

○

وصال یار کو جانا تو ہو کے باوضو جانا

وصالِ یار کو جانا تو ہو کر باوضو جانا
مجسم باادب رہنا سراپا آرزو جانا
نگاہِ یار وہ شئے ہے جو زرّے کو بھی زر کر دے
اٹھائے خاک سے اور شہر بھر میں معتبر کر دے
عقیدت کے جلائے دیپ اس کے روبرو جانا
وصالِ یار کو جانا تو ہو کر باوضو جانا
جو دانہ خاک میں ملنے کو بھی تیار ہوتا ہے
وہی اِک دن گلابوں کی طرح گلزار ہوتا ہے
جو عاشق جان دینے کیلئے تیار ہوتا ہے
اسی کے بخت میں لکھا وصالِ یار ہوتا ہے
اگر دینا پڑے جاتے ہوئے دل کا لہو جانا
وصالِ یار کو جانا تو ہو کر باوضو جانا

(2004ء)

○

جنگ ہے لڑنی ہمیں

جنگ ہے لڑنی ہمیں چنگیزوں، شب زادوں کے ساتھ
رات کے پچھلے پہر سجدوں میں فریادوں کے ساتھ

خون میں لت پت وہ لاشے پوچھتے ہیں آج بھی
کیا کِیا انسان نے انساں کی اولادوں کے ساتھ

طائروں کی، آشیانوں کی، خدایا خیر ہو
باغباں دیکھے گئے ہیں پھر سے صیادوں کے ساتھ

وہ اگر تاریخ پڑھ سکتے تو یہ بھی جانتے
جیت جذبوں سے ہوئی ہے نہ کہ تعدادوں کے ساتھ

بالیاں سونے کی اُگتی ہیں وہاں ہر ڈال پر
کھیت جو سینچے گئے ہوں عشق کی کھادوں کے ساتھ

بات کرتے ہیں، ہوا کو، مصلحت کو دیکھ کر
کیا گِلہ کوئی کرے اب ایسے نقادوں کے ساتھ

یہ الگ کہ صبر کی تلقین ہے ورنہ اے دوست
چار دن ہم بھی رہے ہیں اُن کے اُستادوں کے ساتھ

آؤ اشکوں سے وضو کرکے اُسے ملنے چلیں
وہ سُنا ہے پیار سے ملتا ہے بربادوں کے ساتھ

(2004)

○

تم سے کیا چُھپانا ہے

دولتِ قناعت ہے
عِشق کا خزانہ ہے
ان گِنت سی خوشیاں ہیں
دل بھی شاعرانہ ہے
دُکھ بھی کم نہیں لیکن
اُنکا کیا بتانا ہے
تُم سے کیا چُھپانا ہے

○

خواب کے دریچوں میں
اِک گلُاب موسم ہے
کہکشاں سے رستے پر
ریشمی سی شبنم ہے
خواب سے جزیروں پر
ایک گھر بنانا ہے
تُم سے کیا چھپانا ہے

○

دِل کو بزمِ جاناں میں
بیٹھنے سے مطلب ہے
ایک چاند چہرے کو
دیکھنے سے مطلب ہے
شاعری اِضافی ہے
یہ تو اِک بہانہ ہے
تم سے کیا چُھپانا ہے

○

دوست ہیں گلُابوں سے
ہر جگہ نہیں کِھلتے
دوست کم نہیں لیکن
وقت پر نہیں مِلتے
وہ بھی میرے جیسے ہیں
کیا کریں زمانہ ہے
تم سے کیا چُھپانا ہے

○

عارضی سرائے سے
ہجرتیں تو ہونی تھیں
گھر مرا تھا مٹی کا
بارشیں تو ہونی تھیں
بات مختصَر سی ہے
بات صُوفیانہ ہے
تم سے کیا چُھپانا ہے

○

خواب ہیں جو دنیا کے
دل کے یہ دِلاسے ہیں
چار اشک سجدوں کے
یہ مرے اَثاثے ہیں
بس یہی کہانی تھی
بس یہی فسانہ ہے
تم سے کیا چُھپانا ہے

○

میرے پیشرو جو تھے
چھاؤں سے، شجر سے تھے
کیا خبر تھی مٹی پر
لوگ وہ گہر سے تھے
جا مِلے سِتاروں سے
اب مجھے بھی جانا ہے
تم سے کیا چھپانا ہے

○

سجا کے آنکھوں میں خواب رکھنا

سجا کے آنکھوں میں خواب رکھنا
وفا کے رشتے گلاب رکھنا
فصیلِ شب میں چراغ بن کے
یہ زندگی ماہتاب رکھنا

سجا کے آنکھوں میں خواب رکھنا
وفا کے رشتے گلاب رکھنا

ہزار باتیں بنائے دنیا
ہزار دل کو دُکھائے دنیا
بُھلا کے ساری اذیتوں کو
اُٹھا کے کانٹے گلاب رکھنا

سجا کے آنکھوں میں خواب رکھنا
وفا کے رشتے گلاب رکھنا

یہ سانپ حرص و ہوس کے چھوڑو
جو خواہشوں کے قفس ہیں توڑو
انہی کے پیچھے بہشت چھُوٹی
نہ پال کر یہ عذاب رکھنا

سجا کے آنکھوں میں خواب رکھنا
وفا کے رشتے گلاب رکھنا

یوں عشق کا امتحان دینا
کہ دل کے بدلے میں جان دینا
جو چاند چھونے کی آرزو ہے
تو جستجو لاجواب رکھنا

سجا کے آنکھوں میں خواب رکھنا
وفا کے رشتے گلاب رکھنا

قدم قدم پر دعائیں کرنا
قدم قدم پر دعائیں لینا
دعائیں لینا ہے خوش نصیبی
اِسی کو اپنا نصاب رکھنا

سجا کے آنکھوں میں خواب رکھنا
وفا کے رشتے گلاب رکھنا

کبھی زمانے سے چھپ چھپا کے،
سکوتِ شب میں دیا بجھا کے
ہتھیلیوں کو دِیا دُعا کا
تو آنکھ اپنی چناب رکھنا

سجا کے آنکھوں میں خواب رکھنا
وفا کے رشتے گلاب رکھنا

خلوص جذبے کمال رکھنا
کوئی نہ دل میں ملال رکھنا
اگر ہو ممکن تو زندگی کو
کھلی ہوئی اِک کتاب رکھنا

سجا کے آنکھوں میں خواب رکھنا
وفا کے رشتے گلاب رکھنا

کسی سے خود ہی شکست کھانا
ہے جیت اُس کی اُسے بتانا
یوں اُس کے چہرے کو جگمگانا
گلاب سے یہ ثواب رکھنا

سجا کے آنکھوں میں خواب رکھنا
وفا کے رشتے گلاب رکھنا

عداوتیں بھی خدا کی خاطر
محبتیں بھی خدا کی خاطر
عداوتیں بس گنی چُنی ہوں
محبتیں بے حساب رکھنا

سجا کے آنکھوں میں خواب رکھنا
وفا کے رشتے گلاب رکھنا

○

اس سے پہلے کہ تہہ آب اُتارے، آجا

اس سے پہلے کہ تہہ آب اُتارے، آجا
میں بھنور میں ہوں مرے پاس کنارے آجا

ایک مدت سے اسی آس پہ میں زندہ ہوں
کوئے جاناں سے مجھے کوئی پکارے، آجا

رات ہے، رات بھی ایسی کہ نگل جائے چراغ
اے مرے چاند ذرا لے کے ستارے آجا

زندگی ہے کہ کوئی جنگ ہے اک لشکر سے
اس سے پہلے کہ کوئی موت سے ہارے، آجا

میں نے دیکھا ہے تجھے خواب میں جگمگ جگمگ
اے سَحَر لے کے تُو جھلمل سے نظارے آجا

○

وقت پہلے بھی ہم پہ کڑے آئے تھے

وقت پہلے بھی ہم پہ کڑے آئے تھے
ان کے جیسے ستم گر بڑے آئے تھے

تب بھی آنسو دمک کر ستارے ہوئے
اب بھی موسم لہو سے نکھر جائیں گے
دن گزرتے ہیں یہ بھی گزر جائیں گے

ہاتھ قانون کے اب رہا کچھ نہیں
اور منصف کہ جیسے ہوا کچھ نہیں
شہر دار و رسن میں نیا کچھ نہیں

ہم بھی چلتے ہیں سر پہ کفن باندھ کر
تاک اہلِ جفا کے نشانے بھی ہیں
جان دینے کو لاکھوں دِوانے بھی ہیں

ان سے کہنا حقائق چھپا دینے سے
باثمر ڈالیوں کو کٹا دینے سے
یونہی فصلیں کسی کی جلا دینے سے
بانجھ ہوتی نہیں ہیں زمینیں کبھی

ان سے کہنا ستم آزماتے رہو
روز قانون مل کر بناتے رہو
لاکھ پھولوں پہ پہرے بٹھاتے رہو
کون خوشبو کو پہنائے گا ہتھکڑی
کون رکھے گا صحرا گلستان میں
کون ڈالے گا سورج کو زندان میں

○

ہم تھے گلاب لوگ

ہم تھے گلاب لوگ اور تیشہ بدست وہ
تھے جن کی دسترس میں سبھی تاج و تخت وہ
نکلے تھے کر کے ظلم کے سب بندوبست وہ
سمجھے تھے کم نگاہ کہ لکھتے ہیں بخت وہ
پھر یوں ہوا کہ کھا گئے سارے شکست وہ
ہم ایک جان آج بھی اور لخت لخت وہ

○

اپنا یہی تھا جرم کہ نظریں ملا کے ہم
نکلے تھے شب کے روبرو سورج اُٹھا کے ہم
اس دل کے تار تار میں ایماں بسا کے ہم
نیزوں کے درمیان بھی سینے سجا کے ہم
موسم لہو لہو تھا مگر مسکرا کے ہم
چلتے تھے کوئے یار کو آنکھیں بچھا کے ہم

بیٹھے تھے موڑ موڑ پہ پہرے بٹھا کے وہ
نکلے تھے گام گام سے پرچم اُٹھا کے ہم
چلتے تھے طاق طاق سے شمعیں بجھا کے وہ
رکھتے تھے بام بام پہ تارے سجا کے ہم
چلتے تھے شاخ شاخ سے جگنو اُڑا کے وہ
رکھتے تھے ڈال ڈال پہ مہتاب لا کے ہم

○

کرنے چلے تھے روشنی نابود و نست وہ
قاتل تھے اور قاتلوں کے سر پرست وہ
پہنچے تھے اپنے زعم میں افلاک ہفت وہ
ہم اہل دل تھے اور تھے موقع پرست وہ
تھے جِن کی دسترس میں سبھی تاج و تخت وہ
سمجھے تھے کم نگاہ کہ لکھتے ہیں بخت وہ
پھر یوں ہوا کہ کھا گئے سارے شکست وہ
ہم ایک جان آج بھی اور لخت لخت وہ

○

دلبر کا نظارہ بھی شرابوں کی طرح ہے

خوشبو میں نہائے ہوئے خوابوں کی طرح ہے
وہ شخص ترو تازہ گلابوں کی طرح ہے

دیکھے ہیں بہاروں کی طرح ہم نے بہت لوگ
وہ ہے کہ بہاروں کے شبابوں کی طرح ہے

انگور کا پانی ہی ضروری نہیں ساقی
دلبر کا نظارہ بھی شرابوں کی طرح ہے

پوچھے جو کوئی اہل سخن اسکا تعارف
کہنا وہ صحیفوں میں نصابوں کی طرح ہے

اب چونکہ چنانچہ کی ضرورت نہیں باقی
وہ سارے سوالوں کے جوابوں کی طرح ہے

(اپریل2003ء)

زندگی اِک دن ہمیں تو ڈھونڈتی رہ جائے گی

تو نہیں تو زندگی میں اک کمی رہ جائے گی
اب جو دریا بھی ملا تو تشنگی رہ جائے گی

وقت بھر دے گا بظاہر زخم تیرے ہجر کے
عمر بھر آنکھوں میں لیکن اِک نمی رہ جائے گی

ایک دن اُترے گا وہ مہتاب میرے شہر میں
دیکھنا تم بھی کہ دنیا دیکھتی رہ جائے گی

وہ ہمیں سورج کہیں، دیپک کہیں، جگنو کہیں
ظلمت شب سے ہماری دشمنی رہ جائے گی

بے سبب ہم کو نہیں اے دوست تنہائی سے پیار
قبر کے اندر اِسی سے دوستی رہ جائے گی

ہم لہو کی آنچ پہ جلتے ہوئے ایسے چراغ
بجھ گئے تب بھی ہماری روشنی رہ جائے گی

ہم اُتر جائیں گے نیلے پانیوں کی گود میں
زندگی اِک دن ہمیں تو ڈھونڈتی رہ جائے گی

کوئے جاناں سے رہے گی اپنی نسبت عمر بھر
ہم نہیں ہوں گے ہماری شاعری رہ جائے گی

○

میری ہر دم عید ہی عید

وہ سایہ بادل سا
وہ چہرہ نور و نور
وہ یار طبیب جو دیکھ کے
ہر دُکھ سے کر دے دور

وہ سایہ میٹھی چھاؤں کا
جو کر دے جاں گلزار
وہ جس کو دیکھ کے اُجڑا دل
ہو جائے برگ و بار

وہ چہرہ ایک گلاب سا
دِل مانگے دید ہی دید
وہ صورت ہو جو سامنے
میری ہر دم عید ہی عید

○

دل پھر بھی گلابوں کے لئے ضد پہ اڑا ہے

معلوم اگرچہ ہے کہ موسم یہ کڑا ہے
دل پھر بھی گلابوں کے لئے ضد پہ اڑا ہے

یاد آئے ہیں پھر لوگ مجھے شہر جفا کے
اک تیر ستم یوں بھی میرے دل میں گڑا ہے

وہ جس سے عبادت کی طرح کی تھی محبت
وہ شخص زمانے کے لئے مجھ سے لڑا ہے

مَیّت کو مری دیکھ کے بولا وہ ستم گر
اُٹھ جائے گا پھر سے یہ اداکار بڑا ہے

جس موڑ پہ بدلی تھی ڈگر اُسنے مبارکؔ
کہنا کہ اُسی موڑ پہ دیوانہ کھڑا ہے

○

بزمِ جاناں میں آنسو چھپائے ہوئے

ہم سے درویش لوگوں کے حالات پہ
اُن کو ہنسنے کی عادت پڑی ہے تو کیا
ہم بھی صبحِ چمن کے پرستار ہیں
راہ روکے ہوئے شب کھڑی ہے تو کیا

بجھ رہی ہے اگر شہر میں روشنی
دوستو دیپ دل کے جلا کے چلو
سنگ اُٹھائے ہوئے ہے زمانہ تو کیا
سر اُٹھا کے چلو، مسکرا کے چلو

اُنکو معلوم کیا کہ خزاؤں میں بھی
جو گلابوں کی صورت نکھر آئے ہوں
قافلے عشق کے وہ ٹھہرتے نہیں
قتل گاہوں سے بھی جو گزر آئے ہوں

اُنکو معلوم کیا شہر ظلمات میں
روشنی عام ہونا بڑی بات ہے
عشق کرنا خدا سے تو اپنی جگہ
اِس کا الزام ہونا بڑی بات ہے

اُنکو معلوم کیا چیز بھا جائے تو
اہل دل اُسکی قیمت نہیں دیکھتے
جن کو منزل پہ محبوب آئے نظر
وہ سفر کی صعوبت نہیں دیکھتے

اُن کو معلوم کیا روشنی کے لئے
دل جلانا بھی اعزاز کی بات ہے
بزمِ جاناں میں آنسو چھپائے ہوئے
بیٹھ جانا بھی اعزاز کی بات ہے

اُن کو معلوم کیا پیار ہو جائے تو
لوگ سُود و زیاں کو نہیں دیکھتے
اپنے محبوب کی اِک خوشی کے لئے
لوگ پورے جہاں کو نہیں دیکھتے

اُنکو معلوم کیا شاخ گر سبز ہو
ایک دن اُسکو اثمار لگ جاتے ہیں
اور لکڑی کی ناؤ میں جڑ جائیں تو
کیل لوہے کے بھی پار لگ جاتے ہیں

(2005ء)

○

اُٹھائے جانہ اتنی قرض کی خوشیاں زمانے سے

محبت کے لئے رسوا سرِ بازار ہو جائے
وہی عاشق ہے جو وقفِ رضائے یار ہو جائے

یونہی چرچا نہیں اک شخص کے شاداب ہونے کا
اُسے تو دشت بھی دیکھے گُل و گلزار ہو جائے

اُسے ملنے کبھی جاؤ تو عرضِ حال مشکل ہے
مگر جب مل کے آؤ تو غزل تیار ہو جائے

اسے شکوہ رہا ہم بات دل کی کہہ نہیں پائے
ہمیں دھڑکا رہا ایسا نہ ہو انکار ہو جائے

مسیحا خوبصورت ہو اگر اُس شخص کے جیسا
مرے جیسا بہانہ کر کے ہی بیمار ہو جائے

اُٹھائے جا نہ اتنی قرض کی خوشیاں زمانے سے
کہ باقی عمر تُو اسکا بقایا دار ہو جائے

مرا دشمن مجھے سمجھا رہا ہے ضرب تقسیمیں
خدایا میرے دشمن کو کسی سے پیار ہو جائے

مبارکؔ اور بڑھ جاتی ہیں اپنی عید کی خوشیاں
اگر اِک چاند جیسے شخص کا دیدار ہو جائے

(2005ء)

ہجرتوں کی دھوپ میں سارا سفر جلتا رہا

وصل کی خواہش لئے شام و سحر جلتا رہا
ایک پروانہ تھا میں جو عمر بھر جلتا رہا

جانے کس کی یاد تھی کل رات کے پچھلے پہر
بجھ گئے سارے دیے، میں بے خبر جلتا رہا

جب خزاں آئی تو اُس نے بھی کنارا کر لیا
جس پہ سایا بَن کے وہ تنہا شجر جلتا رہا

ایک چنگاری مرے خوابوں میں آ کے کیا گری
میرے سپنوں کا نگر حدِّ نظر جلتا رہا

ڈوب کے سورج مرے سینے میں پانی ہوگیا
زخم اُس کی بے وفائی کا مگر جلتا رہا

کاتبِ تقدیر تجھ سے اک شکایت ہے مجھے
اُس بھری برسات میں کیوں میرا گھر جلتا رہا

بادلوں کی اوٹ میں کل چاند کیا آیا نظر
دل کسی کی یاد میں پھر رات بھر جلتا رہا

اس طرح کوئی مبارکؔ زندگی سُلگا گیا
ہجرتوں کی دھوپ میں سارا سفر جلتا رہا

(1995)

○

ایک ہمیشہ تُو ہی تُو ہے باقی چل سو چل

نہ دنیا کی دولت مولا نہ شہرت درکار
پیار کرے نہ تجھ سا کوئی ہم سے کریئو پیار

تیری رحمت ہو تو کانٹے بن جاتے ہیں پھول
تیرا پیار نہ ہو تو ہیرے موتی مٹی دھول
تُو ہی تُو ہے تیرے بن یہ جینا ہے بیکار
نہ دنیا کی دولت مولا نہ شہرت درکار
پیار کرے نہ تجھ سا کوئی ہم سے کریئو پیار

لاکھ ارادے کر لے دشمن نہ ڈر ہے نہ غم
تیرے ہوتے غم کاہے کا، جانتے ہیں یہ ہم
اُس کو مارے کون کہ جس کا تُو ہو پالن ہار
نہ دنیا کی دولت مولا نہ شہرت درکار
پیار کرے نہ تجھ سا کوئی ہم سے کریئو پیار

دنیا سب نے چھوڑ کے جانی آج نہیں تو کل
ایک ہمیشہ تُو ہی تُو ہے باقی چل سو چل
پل دو پل کے ہم راہی ہیں اے یاروں کے یار
نہ دنیا کی دولت مولا نہ شہرت درکار
پیار کرے نہ تجھ سا کوئی ہم سے کریئو پیار

دیپک پہ پروانے جیسے ہو جائیں قربان
لوگ قلندر تیری خاطر دے جاتے ہیں جان
عشق سمندر جو بھی ڈوبے لگ جاتا ہے پار
نہ دنیا کی دولت مولا نہ شہرت درکار
پیار کرے نہ تجھ سا کوئی ہم سے کریئو پیار

اپنے ہاتھوں کھود رہے ہیں دکھ کی نہریں لوگ
تیرے میرے کے سب یونہی پال رہے ہیں روگ
دھرتی تیری امبر تیرا، تیرا سب سنسار
نہ دنیا کی دولت مولا نہ شہرت درکار
پیار کرے نہ تجھ سا کوئی ہم سے کریئو پیار

○

اپنے ایک بہت پیارے کی وفات پر
لکھی گئی نظم

ہونٹوں پہ دعا آنکھ میں اشکوں کی لڑی تھی
یارب وہ جدائی بھی قیامت کی گھڑی تھی

وہ رات کہ جب برف میں تم سوئے ہوئے تھے
وہ رات گزاری تھی کہ اِک جنگ لڑی تھی

پہلے کی طرح بڑھ کے گلے کیوں نہیں ملتے
دیوانے سے اک شخص کو حسرت یہ بڑی تھی

کیا بھول ہوئی ہم سے جو تم روٹھ گئے ہو
کیا اپنی محبت کی سزا اتنی کڑی تھی

راہوں میں بچھا رکھے تھے دل اہلِ چمن نے
پنچھی کو مگر شام بہت دور پڑی تھی

پہنچا تھا مسافر کوئی جنت کے جزیرے
ساحل پہ کسی آنکھ میں ساون کی جھڑی تھی

وہ دور ہوا مجھ سے تو پھر راز یہ جانا
وہ اور نہ تھا میری ہی گم گشتہ کڑی تھی

چھوڑ آیا ہوں میں اُس کو تہہِ خاک مبارکؔ
جو ذات نگینے کی طرح دل میں جڑی تھی

(2003)

○

وہ جو رسمیں وفا کی نبھا کے چلے

جن کی گلیوں میں کانٹے بچھائے گئے
جنکے بستے ہوئے گھر جلائے گئے
وہ جو ہر دور میں آزمائے گئے
بے گنہ جو لہو میں نہائے گئے
ہم وہی لوگ ہیں ہم وہی لوگ ہیں

○

وہ جو رسمیں وفا کی نبھا کے چلے
شہرِ جاناں کو سب کچھ لُٹا کے چلے
اپنے پیاروں کی لاشیں اُٹھا کے چلے
ہر قدم ضبطِ غم آزما کے چلے
ہم وہی لوگ ہیں ہم وہی لوگ ہیں

○

وہ جو قصوں کتابوں میں مشہور تھے
وہ جو حق بات کہنے پہ مامور تھے
وہ جو محصور تھے وہ جو مجبور تھے
وہ جو سقراط تھے وہ جو منصور تھے
ہم وہی لوگ ہیں ہم وہی لوگ ہیں

○

وہ جنہوں نے جفاؤں کو مانا نہیں
چار دن کے خداؤں کو مانا نہیں
قاتلوں بے وفاؤں کو مانا نہیں
جبر کی انتہاؤں کو مانا نہیں
ہم وہی لوگ ہیں ہم وہی لوگ ہیں

○

وہ جو حرفِ وفا معتبر کر گئے
یوں جلے شب نگر میں سحر کر گئے
وہ جو اُجڑے چمن باثمر کر گئے
عشق اپنے لہو سے امر کر گئے
ہم وہی لوگ ہیں ہم وہی لوگ ہیں

○

ایک شعر

اوروں کے عیب، خوبیاں اپنی چھپائے جو
میرا یقین ہے وہی انسان ہے بڑا

(2001ء)

○

دنیا سے محبت کا فقط یہ ہے خلاصہ

دنیا کی عدالت میں سزا وار ہیں سائیں
ہم جرمِ محبت میں گرفتار ہیں سائیں
کچھ وہ بھی جفاؤں میں رعایت نہیں کرتے
کچھ ہم بھی طبیعت کے وضعدار ہیں سائیں

راتوں کی سیاہی کو ضیاء کہہ نہیں سکتے
ہم زہر کی پڑیا کو دوا کہہ نہیں سکتے
ہر موڑ پہ دشمن ہو یہ منظور ہے سائیں
ہم لوگ زمانے کو خدا کہہ نہیں سکتے

دنیا کی جفاؤں پہ جفا ہم نہ کریں گے
یہ اور کہ اب اُن سے مِلا ہم نہ کریں گے
پر بات تمہاری تو یہاں سب سے جدا ہے
تم قتل بھی کر دو تو گِلہ ہم نہ کریں گے

ہم لوگ ازل سے ہی وفادار ہیں سائیں
دنیا کی عدالت میں سزا وار ہیں سائیں

اس شہرِ پریشان میں کیا ہو نہیں سکتا
اِک شخص مگر دل سے جدا ہو نہیں سکتا
دنیا نے کہا جرم ہے اب پیار، محبت
اور ہم نے کہا فرض قضا ہو نہیں سکتا

دنیا سے محبت کا فقط یہ ہے خلاصہ
مل جائے جو دریا بھی تو انسان ہے پیاسا
انسان کو آتی ہے سمجھ دیر سے جا کے
نیکی ہی کمائی ہے یہی کُل ہے اثاثہ

دل سے جو نکلتی ہے دعا ردّ نہیں ہوتی
مولی کے کرشموں کی کوئی حد نہیں ہوتی
ہم ہجر میں بھی وصل کی امید ہیں رکھتے
ویسے بھی محبت کی تو سرحد نہیں ہوتی

ہم لوگ دعاؤں کے طلبگار ہیں سائیں
دنیا کی عدالت میں سزاوار ہیں سائیں

○

مجھ سے راضی رہے خدا صاحب

مجھ سے راضی رہے خدا صاحب
کوئی دے دو مجھے دعا صاحب

جرم میرا بھی بے گناہی تھا
سو ملی ہے کڑی سزا صاحب

پیاس، نیزے، فراق، شامِ غم
زندگی ہے یا کربلا صاحب

مانتا ہوں میں ضبطِ غم لیکن
کچھ تو ہوتی ہے انتہا صاحب

سب مجھے روند کر گزرتے ہیں
تم سے ٹھوکر لگی تو کیا صاحب

میں گداگر نہیں ہوں، لگتا ہوں
بس یہی ہے مری خطا صاحب

اُن کو فرصت نہیں ہے جینے سے
مر رہا ہے کوئی تو کیا صاحب

آنکھ والے تو دیکھ سکتے ہیں
کیا ضروری ہے دوں صدا صاحب

لُٹ گیا میں خدا کی بستی میں
یہ بھی لکھو نا! سانحہ صاحب

اِک ہماری ہی زیست میں نہ ہوا
وہ جو ہوتا ہے معجزہ صاحب

اس گلی میں سبھی فرشتے ہیں
اور انساں ہے لاپتہ صاحب

کون کرتا ہے یاد پت جھڑ کو
بھول جاؤ جو تم، تو کیا صاحب

○

خزاں کا موسم ٹھہر گیا ہے

میں سوچتا ہوں اُسے بتادوں
کہ درد حد سے گزر گیا ہے
یہ ہجر موسم عذاب بن کے
مری رگوں میں اُتر گیا ہے
بچھڑ کے اُس سے فصیل جاں میں
خزاں کا موسم ٹھہر گیا ہے
چلی ہیں دکھ کی وہ آندھیاں کہ
مرے شکستہ سے آشیانے
کا تنکا تنکا بکھر گیا ہے
میں سوچتا ہوں اُسے بتادوں
مگر میں اُس کو بتاؤں کیسے
وہ شخص جو تھا دعاؤں جیسا
سلگتے صحرا میں چھاؤں جیسا
وہ شخص جانے کدھر گیا ہے

○

دل میں ویرانیوں کا موسم ہے

دل میں ویرانیوں کا موسم ہے
دکھ کی من مانیوں کا موسم ہے

میں نے اشکوں کو روک رکھا ہے
ورنہ طغیانیوں کا موسم ہے

عاشقی اب نہیں کہ پہلے ہی
کچھ پشیمانیوں کا موسم ہے

وہ جو پوچھے مِرا اُسے کہنا
آنکھ میں پانیوں کا موسم ہے

سانحہ اب کوئی عجوبہ نہیں
ایسی حیرانیوں کا موسم ہے

عشق ہے، عشق روز کہتا ہے
یہ ہی نادانیوں کا موسم ہے

میں مسلماں ہوا تو کافر پر
حشر سامانیوں کا موسم ہے

○

○

میں کیا کرتا، کب تک لڑتا، کب تک سہتا وار
دُشمن کے اُس لشکر میں تھے میرے اپنے یار

نم آنکھوں نے ٹوٹے دل نے ڈال دیئے ہتھیار
دھوپ کڑی تھی، شہر بڑا تھا، لوگ تھے پتھر مار

○

میں تھوڑا سا درویش بھی ہوں

میں تھوڑا سا درویش بھی ہوں، میں تھوڑا دُنیا دار
مری آنکھ بھلے ہو دشمن پر، مرے دل میں ہر دم یار

وہ یار کہ جس کا پیر پڑے تو دشت بنے گلزار
وہ یار کہ جس کی ایک جھلک سے من میں چین قرار

وہ یار کہ جس کے حسن کی لو سے دیپک جائیں جل
وہ یار کہ جس کو دیکھ کے دُکھ کے سورج جائیں ڈھل

وہ جس کی جگ مگ دیکھ کے خیرہ نیلم اور مرجان
وہ جس کی جھل مل دیکھ کے جگنو ششدر اور حیران

وہ جس کو دیکھ کے دل آنگن میں کھلیں دعا کے پھول
وہ جس کے حُسن کو دیکھ کے راہی رستہ جائے بھول

وہ جس کو دیکھ کے آئینے کی آنکھ ہو ایسے دنگ
اور گُم صُم دیکھتی رہ جائے وہ نور نہایا رنگ

وہ جس کو دیکھ کے پنچھی بھولیں پت جھڑ کے سب دُکھ
وہ یار کہ جس کے آجانے سے ہر موسم ہی سُکھ

وہ جس کی ایک جھلک سے آئے روح میں ایسا چس
کہ دل بولے اب اور نہیں، اب یار یہی ہے بس

اُس سوہنے سچّے سُندر سے دلدار کے صدقے جاؤں
جو بولے دل کی دھڑکن میں اُس یار کے صدقے جاؤں

○

یہ کمال ہے کہ زوال ہے؟

یہ کمال ہے کہ زوال ہے؟ یہ کمال ہے
ترے ہجر میں بھی وصال ہے، یہ کمال ہے

تُو جسے ملے وہ دعا کرے کہ تُو پھر ملے
ترے پاس یہ جو کمال ہے، یہ کمال ہے

ترے منتظر کئی مہر و مہ کہ پڑے نگہ
تجھے پھر بھی میرا خیال ہے، یہ کمال ہے

ترا حُسن وہ کہ نظر پڑے تو دیا جلے
ترے روپ میں جو جمال ہے، یہ کمال ہے

ترے بن قرار جو اب نہیں، یہ عجب نہیں
ترے بن جو سانس بحال ہے، یہ کمال ہے

مرے پاس سے وہ گزر گیا، میں نکھر گیا
وہ جو رہگزر تھی نہال ہے، یہ کمال ہے

کہا کل مجھے یہ گلاب نے مرے خواب میں
ترا عاشقی میں جو حال ہے، یہ کمال ہے

○

○

کہہ نہیں سکے مگر
بات صاف صاف ہے
آپ سے ہمیں حضور
عین شین قاف ہے

○

○

محبت ہجرتوں میں وصل کا پیغام ہوتی ہے
محبت نیک بختوں کے لئے انعام ہوتی ہے

محبت کو ضرورت ہی نہیں ہے استخاروں کی
یہ جب ہوتی ہے صاحب، صورتِ الہام ہوتی ہے

○

○

اِک نہ اِک روز یقیناً وہ خطا مانے گا
اُس کو دیکھے گا تو کافر بھی خدا مانے گا

یہ مِرا دل ہے، اِسے میں بھی بہت جانتا ہوں
یار نے جو بھی اِسے جیسے کہا مانے گا

میرے حالات پہ، اوقات پہ ہنسنے والے
تیرے حالات جو لکھے تو بُرا مانے گا

○

○

ایک نگہہ سے تو نے پورا شہر لیا ہے لوٹ
تیرے حسن کے آگے قاتل، ڈاکو، شاکو کیا

قتل مجھے ہے کرنا تو بس پیار سے دیکھ مجھے
دیکھنا پھر یہ خنجر، چھریاں، چاقو، شاقو کیا

(1997)

○

○

خواہشوں کی غلام گردش میں
لوگ عمریں گزار دیتے ہیں

آپ کرتے ہیں بات خنجر کی
لوگ باتوں سے مار دیتے ہیں

(1997)

○

جلتی دھوپ میں چھاؤں جیسے ہوتے ہیں

جلتی دھوپ میں چھاؤں جیسے ہوتے ہیں
ماں کے بول دعاؤں جیسے ہوتے ہیں

رب کے نام سنے تو پھر معلوم ہوا
رب کے روپ بھی ماؤں جیسے ہوتے ہیں

ماں سے پوچھے کوئی صدمے ہجرت کے
دکھ جس کے دریاؤں جیسے ہوتے ہیں

پھول گلاب، چنبیلی، سُنبل اور کنول
میری ماں کے پاؤں جیسے ہوتے ہیں

مل جاتے ہیں لوگ مبارکؔ جیسے بھی
شہر میں بھی جو گاؤں جیسے ہوتے ہیں

○

روز کرتا ہوں استخارے دوست

روز کرتا ہوں استخارے دوست
خواب آتے ہیں بس تمہارے دوست

زندگی ایک، دُکھ ہزاروں ہیں
قرض کتنے کوئی اُتارے دوست

ہو مرے بس میں تو بچھاتا رہوں
تیرے قدموں میں مَیں ستارے دوست

کیا پرکھتے ہو آزماتے ہو
جان دے دوں تمہیں اے پیارے دوست؟

اس کا دنیا میں کون ہوتا ہے
جس کے گردش میں ہوں ستارے دوست

اپنی مرضی سے اٹھتے بیٹھتے ہیں
آج بھی کچھ مرے کنوارے دوست

وہ مِری زندگی کا حاصل ہیں
ساتھ تیرے جو دن گزارے دوست

تُو اگر ہے تو سب منافع ہیں
تو نہیں ہے تو سب خسارے دوست

میں ہوں گرداب میں دُعا کرنا
میں بھی لگ جاؤں اب کنارے دوست

○

○

رسمِ دنیا کو نبھاتے ہیں نکل جاتے ہیں
دوست اب ہاتھ ملاتے ہیں نکل جاتے ہیں

زندگی ایک کہانی ہے فسانہ ہے یہاں
لوگ کردار نبھاتے ہیں نکل جاتے ہیں

○

والدِ محترم، والدِ محترم

ہو اجازت اگر تو، اے ابرِ کرم
پوچھنا ہے مجھے آپ سے چشمِ نَم
میں نے ڈھونڈے بہت ہیں مگر نہ ملے
آپ گھر میں کہاں پہ چُھپاتے تھے غم
والدِ محترم، والدِ محترم

اپنے سینے پہ مجھ کو سُلاتے تھے جو
پیارے ابو، وہ مٹی میں ہی سوگئے
میرے بچپن کے دن وہ سُنہرے سے دن
خواب جیسے تھے وہ خواب ہی ہوگئے
دلرُبا دلنشیں ہر گھڑی ہر قدم
والدِ محترم، والدِ محترم

آپ تھے تو یہ منظر بہاروں سے تھے

میرے آنسو بھی گویا ستاروں سے تھے

آپ تھے تو تلاطم کا ڈر تھا کسے

آپ تھے تو یہ دریا کناروں سے تھے

آپ کے بعد سہتا ہوں سارے ستم

والدِ محترم، والدِ محترم

ہر کڑی دھوپ میں سائباں آپ تھے

ہر اندھیرے میں اِک کہکشاں آپ تھے

جگمگاتے ہوئے مسکراتے ہوئے

بس دعا ہی دعا مہرباں آپ تھے

آپکے پاؤں چُھولوں خدا کی قسم

والدِ محترم، والدِ محترم

میں یہ سمجھا زمانے کے دُکھ کچھ نہیں

اتنے رشتے نبھانے کے دُکھ کچھ نہیں

حق کی روزی کمانے کے دُکھ کچھ نہیں

اشک دل پہ گرانے کے دُکھ کچھ نہیں

یوں چُھپاتے رہے آپ رنج و الم

والدِ محترم والدِ محترم

سبز و شاداب روشن مقامات ہوں

آپ ہوں اور جنت کے باغات ہوں

پھول خوشبو دعا روشنی دلکشی

یوں خدا کی ہمیشہ عنایات ہوں

پھر ملیں گے کبھی، نہ جُدا ہوں گے ہم

والدِ محترم، والدِ محترم

بیٹی کی رُخصتی پر

اے مِری لاڈلی مِری نور نظر
میری دھڑکن، مِری جان، لختِ جگر
چھوڑ کر آج یوں اپنے بابل کا گھر
میری گڑیا چلی ہے پیا کے نگر
یہ دعا ہے مِری التجا ہے مِری
مسکرائے میری جان تو عمر بھر
اے مِری لاڈلی، اے مِری لاڈلی

میرا آنگن جہاں تو ہوئی تھی بڑی
تیری گڑیا ابھی تک وہیں ہے پڑی
کہہ رہی ہے مجھے آنسوؤں کی جھڑی
ہے جدائی کا دن رُخصتی کی گھڑی
الوداع کہہ رہا ہوں تمہیں چشمِ تر
اے مِری لاڈلی، اے مِری لاڈلی
یہ دعا ہے مِری التجا ہے مِری
مسکرائے مِری جان تو عمر بھر

ہے دعا، نیک قسمت عطا ہو تجھے
دین و دنیا کی دولت عطا ہو تجھے
ہمسفر کی محبت عطا ہو تجھے
دو جہانوں میں عزت عطا ہو تجھے
ہو مبارک نئی زندگی کا سفر
اے مِری لاڈلی، اے مِری لاڈلی
یہ دعا ہے مِری التجا ہے مِری
مسکرائے مِری جان تو عمر بھر

اتنی خوشیاں ملیں، مسکراؤ سدا
ہمسفر کی رضا میں ہو تیری رضا
میری نمناک آنکھوں سے ہے یہ دُعا
ہر گھڑی ساتھ ہو تیرے فضلِ خدا
تجھ پہ پھولوں کی بارش ہو شام و سحر
اے مِری لاڈلی، اے مِری لاڈلی
یہ دعا ہے مِری التجا ہے مِری
مسکرائے مِری جان تو عمر بھر

یوں چُھپاتی ہیں ہجرت کے غم بیٹیاں
مسکرا کے ملیں چشمِ نم بیٹیاں
ہیں دعا ہی دعا ہر قدم بیٹیاں
جان و دل ہیں خدا کی قسم بیٹیاں
خوش نصیبوں کو ملتی ہیں یہ خاص کر
اے مِری لاڈلی، اے مِری لاڈلی
یہ دعا ہے مِری التجا ہے مِری
مسکرائے مِری جان تو عمر بھر

گو زمانے کی رسمیں نبھاؤں گا میں

تجھ کو ڈولی میں جا کے بٹھاؤں گا میں

سب سے مل کر گلے مسکراؤں گا میں

یہ الگ بات آنسو چھپاؤں گا میں

منتظر ہے ترا دل نشیں ہمسفر

اے مِری لاڈلی اے مِری لاڈلی

یہ دعا ہے مِری التجا ہے مِری

مسکرائے مِری جان تو عمر بھر

O

ایک ہلکی پُھلکی غزل

دشمنوں سے بات ہم سے یاریاں
چھوڑ دے اے دوست یہ فنکاریاں

یہ بھی سچ ہم دار پر کھینچے گئے
یہ بھی سچ آتی نہ تھیں غداریاں

چھو رہی ہے زلف اُن کے گال کو
چل رہی ہیں میرے دل پہ آریاں

مجمعِ اغیار میں مت حال پوچھ
کچھ تو رہنے دے نا پردہ داریاں

اب یہ کچی اور پکی کیا ہوئی
یاریاں ہوتی ہیں یارو، یاریاں

بعد تیرے عمر بھر ملتی رہیں
تہمتیں، تنہائیں، دشواریاں

کون ہوتا ہے کسی کا عمر بھر
میں ابھی تک دل کو یہ سمجھا ریاں

میرے پاؤں میں تھے مجبوری کے جال
وہ سمجھتا تھا میں لارے لاریاں

کامیابی ہے دعا، کوشش کے ساتھ
ان کی آپس میں ہے رشتہ داریاں

وہ جو میک اپ میں مجھے پیرس لگی
جب ہوئی بارش تو نکلی کھاریاں

اتنی بھی سادہ مری صورت نہ تھی
جتنی اس ظالم نے چیکاں ماریاں

ایک باجی کو تھا آنٹی کہہ دیا
آج تک وہ کیس میں بھگتا رِیاں

دشمن جاں سوچ لے ،پھر سوچ لے
ایک دن آنی ہیں میری واریاں

مجھ سے پتھر کو گہر سمجھے ہیں لوگ
اے مِرے مولا تِری ستاریاں

آج بھی تونے اگر نہ داد دی
میں تیری محفل سے اُٹھ کر جاریاں

○

○

اُس ذات کو پایا ہے وفاؤں میں سمندر
وہ ذات، جو ہے اپنی عطاؤں میں سمندر

تم اُس سے کرامت کی توقع نہیں رکھتے؟
وہ جس نے اُچھالے ہیں فضاؤں میں سمندر

○

نعت

ترا ﷺ نام ہے ابھی زیر لب
یہ فضاء ابھی سے گلاب ہے
یہ بھی جانتی ہے مری طرح
تیرا نام لینا ثواب ہے

تری بات کیسے نہ میں کروں
کہ یہی تو اصل حیات ہے
ترا لفظ لفظ ہے اس طرح
کہ ہزار باتوں کی بات ہے

یہ گماں نہیں ہے یقین ہے
یہی دن تو وجہ قرار ہیں
جو گزر گئے تیری یاد میں
وہ عبادتوں میں شمار ہیں

مِرے پیشوا مِرے رہنما
تجھے چاہنے سے خدا ملے
مگر آجکل مِرے شہر میں
بڑی سخت اس کی سزا ملے

تجھے چاہنا ہے خطا اگر
مجھے جرم اپنا قبول ہے
کہ سنا ہے کوچۂ یار تک
لگے خار جو وہی پھول ہے

○

اب یہ کہنا بھی کیا ضروری ہے

عاجزی اور وفا ضروری ہے
ہر قدم پر دعا ضروری ہے

اسکے در کا فقیر جو ٹھہرے
اُسکے در پر صدا ضروری ہے

ہر قدم پر خدا ہیں دنیا میں
اِن کے اوپر خدا ضروری ہے

شہر سارا ہے مصلحت کا شکار
کوئی تو سر پھرا ضروری ہے

اُس سے کہنا کہ لوٹ آئے وہ
رات ہے اور دیا ضروری ہے

تجھ سے بڑھ کر نہیں عزیز کوئی
اب یہ کہنا بھی کیا ضروری ہے

دل نہیں چاہتا مگر اے دوست
اب تو ہونا جدا ضروری ہے

○

ہم نے تو جس سے پیار کیا عمر بھر کیا

آنکھوں کو اشکبار اور دامن کو تر کیا
تب جا کے تیرے ہجر کا اک دن بسر کیا

جانے وہ کون لوگ تھے جو بے وفا ہوئے
ہم نے تو جس سے پیار کیا عمر بھر کیا

شاید نہیں یقین ہے ملتا خدا ہمیں
کرتے اُسے جو یاد تمہیں جس قدر کیا

ہم سے خفا ہوئے ہیں وہ اتنی سی بات پر
کیوں اہلِ شب کے سامنے ذکرِ سحر کیا

دل کی عدالتوں میں سزا ڈھونڈتے پھرو
چھوڑو ہمیں کہ ہم نے تمہیں درگزر کیا

دنیا کی کیا مجال ہے رسوا کرے اُسے
جس کو خدا کی ذات نے ہو معتبر کیا

(1995)

آؤ روتے ہوؤں کو ہنساتے چلیں

جذبۂ عشق دل میں جگائے ہوئے
اپنے سینوں میں قرآں بسائے ہوئے
نورِ ایماں کی مشعل اُٹھائے ہوئے
روح سجدے میں اپنی بچھائے ہوئے

یونہی جاری رہے بندگی کا سفر
آؤ کرتے رہیں روشنی کا سفر

مقتلِ عشق میں گیت گاتے ہوئے
بیڑیاں پاؤں میں چھن چھناتے ہوئے
زہر پیتے ہوئے تیر کھاتے ہوئے
تختۂ دار پہ مسکراتے ہوئے

یونہی جاری رہے عاشقی کا سفر
آؤ کرتے رہیں روشنی کا سفر

دیکھتا ہوں میں سورج نکلتے ہوئے
تیِرگی روشنی میں بدلتے ہوئے
برف کے قید خانے پگھلتے ہوئے
موسمِ گُل کی خوشبو مچلتے ہوئے

یونہی جاری رہے دلکشی کا سفر
آوَ کرتے رہیں روشنی کا سفر

دن گنے جا چکے ظلمتوں کے سجن
ہو رہا ہے خدا ہم پہ سایہ فگن
جگمگانے لگی اب تو صبحِ چمن
گیت گانے لگے طائرِ خوش لحن

یونہی جاری رہے نغمگی کا سفر
آوَ کرتے رہیں روشنی کا سفر

گیت صدق و وفا کے سناتے چلیں
پار ڈوبے ہوؤں کو لگاتے چلیں
آؤ روتے ہوؤں کو ہنساتے چلیں
اپنے حصے کی شمع جلاتے چلیں

یونہی جاری رہے زندگی کا سفر
آؤ کرتے رہیں روشنی کا سفر

○

آنکھ ہے اشکبار ویسے ہی

آنکھ ہے اشکبار ویسے ہی	۞	دل ہے کچھ بے قرار ویسے ہی
تم نہ آؤ گے جانتا ہے دل	۞	پھر بھی ہے انتظار ویسے ہی
کس مسیحا نے نبض دیکھی ہے	۞	آ گیا ہے قرار ویسے ہی
کوئی الزام ہو ہمیں دے دو	۞	ہم پہ ہیں بے شمار ویسے ہی
ہم بھی دشمن ضرور رکھتے ہیں	۞	ایک دو تین چار ویسے ہی
حال اُس نے بھی یونہی پوچھا تھا	۞	ہم بھی روئے تھے یار ویسے ہی
کوئی تہوار ہے نہ موقع ہے	۞	آ کے مل جاؤ یار ویسے ہی

آؤ کچھ دیر مسکرائیں ہم

دُکھ تو ہیں بے شمار ویسے ہی

○

سُنا ہے وہ بچھڑ کے بھی نہال ہے، کمال ہے

وہ میری زندگی میں تھا یہاں وہاں اِدھر اُدھر
سو کر گیا وہ درمیاں سے داستاں اِدھر اُدھر

سُنا ہے وہ بچھڑ کے بھی نہال ہے، کمال ہے!
مرے لئے تو ہو گئے ہیں دو جہاں اِدھر اُدھر

میں کامیاب تھا تو اِک ہجوم میرے ساتھ تھا
میں لُٹ گیا تو ہو گئے وہ مہرباں اِدھر اُدھر

میں چشمِ نم، فگار پا، شکستہ دل، دریدہ تن
کھڑا ہوں یوں کہ خواب ہیں، دھواں دھواں اِدھر اُدھر

لہو لہو سہی مگر، میں بزمِ یار میں تو ہوں
گزر گئے جو راہ میں تھے امتحاں اِدھر اُدھر

پرندوں کو بہت لمبی اُڑانیں مار دیتی ہیں

پرندوں کو بہت لمبی اُڑانیں مار دیتی ہیں
ہمیں رسموں رواجوں کی چٹانیں مار دیتی ہیں

تمہیں محبوب کی زلفوں کے بَل جینے نہیں دیتے
ہمیں غالب کے مصرعوں کی اُٹھانیں مار دیتی ہیں

تری آنکھوں کی مستی دیکھ کر واعظ کی یاد آئی
وہ کہتا تھا شرابوں کی دُکانیں مار دیتی ہیں

کئی لوگوں کے میٹھے بول سُن کے دل دھڑکتا ہے
کئی لوگوں کی زہریلی زبانیں مار دیتی ہیں

کھلونے بیچنے والوں کو کب احساس ہوتا ہے
غریبوں کو یہ چمکیلی دکانیں مار دیتی ہیں

ہمیں جینے کے آتے ہیں مبارکؔ سو ہنر لیکن
ہمیں دنیا نبھانے کی تھکانیں مار دیتی ہیں

فرحت عباس شاہ، مبارک صدیقی

انور مسعود، مبارک صدیقی

(دائیں سے بائیں) مبارک صدیقی، امجد اسلام امجد، ڈائریکٹر پرائم ٹی وی، وصی شاہ

وہ بات جس سے دُکھا ہوا دل قرار پائے، وہ شاعری ہے
فصیل شب میں جو روشنی کے دیے جلائے، وہ شاعری ہے

وہ جس کو سُن کر اُداس بلبل کی زندگی میں ترنگ جاگے
وہ جس کو پڑھ کر اُجاڑ آنکھوں میں خواب آئے، وہ شاعری ہے

جو کوئے جاناں کو جانے والے قدم قدم پر گلاب رکھے
جو تپتے صحرا میں بارشوں کی نوید لائے، وہ شاعری ہے

دُعا کی لو سے گداز ہو کر، قبولیت کا وہ ایک لمحہ
جو اشک بن کر اُداس آنکھوں میں جھلملائے وہ شاعری ہے

جو فرقتوں کی اُداس شب میں نویدِ صبح، وصال بخشے
جو ہجرتوں کی عذاب رُت میں بھی مسکرائے وہ شاعری ہے

وہ سبز موسم جو شہرِ دل کے تمام موسم گلاب کر دے
وہ یادِ جاناں جو دل کے آنگن میں جگمگائے وہ شاعری ہے

KHAB SARAB - *(poetry)*

Mubarik Siddiqi
London